ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

مارچ ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر نصر اللہ خان ناصر

لوگ عالمِ کشف کے عجائبات سے انکار نہیں کرتے بلکہ انہیں ماننا پڑتا ہے کہ جس جوادِ مطلق نے عالم اوّل کے ادنیٰ ادنیٰ امور کے دریافت کرنے کے لئے انسان کو حواس و طاقتیں عنایت کی ہیں وہ تیسرے عالم کے معظم اور عالی شان امور کے دریافت سے جس سے حقیقی اور کامل تعلق خدائے تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے اور سچّی اور یقینی معرفت حاصل ہو کر اسی دنیا میں انوارِ نجات نمایاں ہو جاتے ہیں کیوں انسان کو محروم رکھتا۔ بیشک یہ طریق بھی دوسرے دونوں طریقوں کی طرح کھلا ہوا ہے اور صادق لوگ بڑے زور سے اس پر قدم مارتے ہیں اور اس کو پاتے ہیں اور اس کے ثمرات حاصل کرتے ہیں۔ عجائبات اس عالمِ ثالث کے بے انتہا ہیں اور اس کے مقابل پر دوسرے عالم ایسے ہیں جیسے آفتاب کے مقابل پر ایک دانہ خشخاش۔ اس بات پر زور لگانا کہ اس عالم کے اسرار عقلی طاقت سے بکلّی منکشف ہو جائیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان آنکھوں کو بند کر کے مثلاً اس بات پر زور لگائے کہ وہ قابل رؤیت چیزوں کو قوت شامّہ کے ذریعہ سے دیکھ لے بلکہ عجائباتِ عالم باطن در باطن سے عقل ایسی حیران ہے کہ کچھ دم نہیں مار سکتی کہ یہ کیا بھید ہے۔ رُوحوں کی پیدائش پر انسان کیوں تعجب کرے۔ اسی دنیا میں صاحبِ کشف پر ایسے ایسے اسرار ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کی کنہ کو سمجھنے میں بکلّی عقل عاجز رہ جاتی ہے۔ بعض اوقات صاحبِ کشف صدہا کوسوں کے فاصلہ سے باوجود حائل ہونے بے شمار حجابوں کے ایک چیز کو صاف صاف دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات عین بیداری میں باذنہٖ تعالیٰ اس کی آواز بھی سُن لیتا ہے۔ اور اس سے زیادہ تر تعجّب کی یہ بات ہے کہ بعض اوقات وہ شخص بھی اس کی آواز سُن لیتا ہے جس کی صورت اس پر منکشف ہوتی ہے۔ بعض اوقات صاحبِ کشف اپنے عالمِ کشف میں جو بیداری سے نہایت مشابہ ہے ارواحِ گذشتہ سے ملاقات کرتا ہے......

اور سب سے تعجّب کا یہ مقام ہے کہ بعض اوقات صاحبِ کشف اپنی توجہ اور قوت تاثیر سے ایک دوسرے شخص پر باوجود صدہا کوسوں کے فاصلہ کے باذنہٖ تعالیٰ عالمِ بیداری میں ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ اس کا وجود عنصری اپنے مقام سے جنبش نہیں کرتا اور عقل کے زور سے ایک چیز کا دو جگہ ہونا محال ہے۔ سو وہ محال اس عالمِ ثالث میں ممکن الوقوع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صدہا عجائبات کو عارف بچشمِ خود دیکھتا ہے اور ان کور باطنوں کے انکار سے تعجّب پر تعجّب کرتا ہے جو اس عالمِ ثالث کے عجائبات سے قطعاً منکر ہیں۔ راقم رسالہ ہذا نے اس عالمِ ثالث کے عجائبات اور نادر مکاشفات کو قریب پانچ ہزار کے بچشمِ خود دیکھا اور اپنے ذاتی تجربہ سے مشاہدہ کیا اور اپنے نفس پر انہیں وارد ہوتے پایا ہے۔ اگر ان سب کی تفصیل لکھی جائے تو ایک بڑی بھاری کتاب تالیف ہو سکتی ہے۔ ان سب عجائبات میں سے ایک بڑی عجیب بات یہ ثابت ہوئی ہے کہ بعض کشفی امور جن کا خارج میں نام و نشان نہیں محض

قدرتِ غیبی سے وجود خارجی پکڑ لیتے ہیں۔ اگرچہ صاحبِ فتوحات و فصوص و دیگر اکثر اکابر متصوّفین نے اس بارہ میں بہت سے اپنے خود گذشت قصّے اپنی تالیفات میں لکھے ہیں لیکن چونکہ دید و شنید میں فرق ہے اس لئے مجرّد ان قصّوں کی سماعت سے ہم کو وہ کیفیت یقینی حاصل نہیں ہو سکتی تھی جو اپنے ذاتی مشاہدہ سے حاصل ہوئی ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ مَیں نے عالمِ کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر مَیں نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں۔ کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اس کو دستخط کرانے کیلئے خداوند قادرِ مطلق جلّشانہٗ کے سامنے پیش کیا ہے (اور یاد رکھنا چاہیئے کہ مکاشفات اور رؤیا صالحہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفاتِ جمالیہ یا جلالیہ الٰہیہ انسان کی شکل پر متمثّل ہو کر صاحبِ کشف کو نظر آجاتے ہیں اور مجازی طور پر وہ یہی خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادرِ مطلق ہے اور یہ امر اربابِ کشوف میں شائع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے جس سے کوئی صاحبِ کشف انکار نہیں کر سکتا) غرض وہی صفت جمالی جو بعالمِ کشف قوتِ متخیّلہ کے آگے ایسی دکھلائی دی تھی جو خداوند قادرِ مطلق ہے اس ذاتِ بیچوں و بےچگوں کے آگے وہ کتاب قضاء و قدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثّل تھا اپنے قلم کو سُرخی کی دوات میں ڈبو کر اوّل اس سُرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سُرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا اُس سے اُس کتاب پر دستخط کر دیئے۔ اور ساتھ ہی وہ حالتِ کشفیہ دُور ہوگئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سُرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے، چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اور اُس وقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرہ سُرخی کے ان کی ٹوپی پر پڑے۔ پس وہ سُرخی جو ایک امرِ کشفی تھا وجود خارجی پکڑ کر نظر آگئی۔ اسی طرح اور کئی مکاشفات میں جن کا لکھنا موجب تطویل ہے۔ مشاہدہ کیا گیا ہے اور اپنے ذاتی تجاربِ سے ثابت ہو گیا جو بلا شبہ امورِ کشفیہ کبھی کبھی باذنہٖ تعالیٰ وجود خارجی پکڑتے ہیں۔ یہ امور عقل کے ذریعہ سے ہرگز ذہن نشین نہیں ہو سکتے۔ بلکہ جو شخص عقل کے گھمنڈ اور غرور میں پھنسا ہوا ہے وہ ایسی باتوں کو سُنتا ہے نہایت تکبّر سے کہے گا کہ یہ سراسر امرِ محال اور خیالِ باطل ہے اور ایسا کہنے والا یا تو دروغ گو ہے یا دیوانہ یا اس کو سادہ لوحی کی وجہ سے دھوکہ لگا ہے اور بباعث نقصان تحقیق بات کی تہ تک پہنچنے سے محروم رہ گیا ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ان عقلمندوں کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ وہ امور جن کی صداقت پر ہزارہا عارف و راستباز اپنے ذاتی تجاربِ سے شہادتیں دے گئے ہیں اور اب بھی دیتے ہیں اور صحبت گزین پر ثابت

؎ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پر یہ نوٹ دیا ہے جو کتاب نسیم دعوت میں مندرجہ ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

"چونکہ عین آریہ صاحبوں کے مقابل پر یہ نشان تھا اسلئے میرے خیال میں یہ پنڈت لیکھرام کے مارے جانے کی طرف اشارہ تھا اور طاعون کے وقوع کی طرف بھی اشارہ تھا۔"
(نسیم دعوت صفحہ ۶۰)

کر دینے کے لئے بفضلہٖ تعالیٰ اپنی ذمہ داری لیتے ہیں۔ کیا وہ ایسے خفیف امور ہیں جو صرف منکرانہ زبان ہلانے سے باطل ہو سکتے ہیں۔ اور حق بات تو یہ ہے کہ عالم کشف کے عجائبات تو ایک طرف رہے جو عالم عقل ہے یعنی جس عالم تک عقل کی رسائی ہونا ممکن ہے اس عالم کا بھی ابھی تک عقل نے تصفیہ نہیں کیا اور لاکھوں اسرار الٰہی پردۂ غیب میں دبے پڑے ہیں جن کی عقل مندوں کو ہوا تک نہیں پہنچی ....‘‘

(سُرمہ چشم آریہ ، روحانی خزائن جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۷۳ ۔ ۱۸۲ حاشیہ)

اعجازنما کُرتہ کے متعلق ثناء اللہ امرتسری پر اتمام حجت:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کُرتہ اب تک مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے پاس موجود ہے اور اس پر اس سُرخی کے نشان اب تک قائم ہیں۔ اس کشف کے متعلق منکر امرتسری نے اہل حدیث ۷۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں اعتراض کیا۔ اس اعتراض کا جواب الفضل ۲۹۔ جولائی ۱۹۱۶ء میں شائع کر دیا گیا۔ اس جواب کے دیتے ہوئے ایڈیٹر صاحب الفضل نے ثناء اللہ امرتسری کو چیلنج کیا کہ اگر وہ ’’اس کو فرضی اور محض افترا یقین کرتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ اہل حدیث میں اپنے یقین کے ثبوت میں حلف بِلَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن شائع کر دیں خدا تعالیٰ خود ہی جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر دے گا۔ ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ وہ دل سے اس واقعہ کی صداقت کے قائل ہیں اور بظاہر ایک منافقانہ طرز اختیار کی ہوئی ہے۔‘‘

اس پر بادقاتِ مختلف الفضل اور اہل حدیث میں مختصر نوٹ نکلے۔ مگر مولوی عبداللہ صاحب سنوری نے الفضل کے نوٹ کو پڑھ کر اپنی شہادت لکھ کر ایڈیٹر صاحب الفضل کو بھیج دی۔ جو انہوں نے ۲۶۔ ستمبر ۱۹۱۶ء کے الفضل میں شائع کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا کہ ’’حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے حکم کے ماتحت اس کشف کے متعلق ثناء اللہ کے رُوبرُو مجمع عام میں جس جگہ ثناء اللہ چاہے اور جن الفاظ میں چاہے یہ عاجز قسم کھانے کو تیار ہے۔ نیز یہ عاجز مباہلہ کے لئے بھی حاضر ہے۔ غرضیکہ وہ جس طرح بھی چاہے اطمینان کر لے۔‘‘

مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی شہادت:

مولوی عبداللہ صاحب سنوری نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس شہادت کو ادا کیا ہے: ....

’’چونکہ یہ واقعہ اس عاجز کی آنکھوں کے سامنے کا ہے۔ گو بہت عرصہ کا ہے مگر بخوبی من وعن یاد ہے۔ ۱۸۸۲ء یا ۱۸۸۳ء سے یہ عاجز حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء کا یہ واقعہ ہے۔ کیونکہ اس کشف کو حضرت اقدس نے اوّل سُرمہ چشم آریہ میں درج فرمایا ہے۔ .... اوائل میں یہ عاجز کئی کئی ماہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں رہا

کرتا تھا۔ اور خصوصاً ماہ رمضان میں تو ضرور ہی حاضر خدمت رہتا تھا۔ ۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء کے رمضان المبارک میں بھی یہ عاجز حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہی ایّام میں حضور علیہ السلام ...۔ مبارک کے مشرقی حجرہ میں قیام فرمایا کرتے تھے ....

”اس وقت اس حجرہ .... کی یہ شکل نہ تھی جواب ہے۔ اس کا دروازہ ..... مبارک کے زینہ میں تھا اور ...... مبارک کی طرف ایک روشن دان تھا اور ایک دریچہ گول کمرہ کی چھت کے اوپر اور ایک چھوٹا دریچہ گول کمرہ کی چھت کے نیچے تھا۔ ان ہی ایام میں حضرت اقدس صبح کی نماز اوّل وقت پڑھ کر تھوڑی دیر اس حجرہ میں لیٹ جایا کرتے تھے۔ اس میں ایک چھوٹی سی چارپائی سَن کے بان کی بچھی رہتی تھی۔ اور اس کے برابر ایک چھوٹی چوکی ہوتی تھی۔ جس پر کاغذ قلم دوات رکھی رہتی تھی۔ انگریزی قلم و سیاہی اس وقت حضور استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔ ایک مٹی کی دوات میں دیسی سیاہی اور قلم ہوتی تھی۔ جو اس چوکی پر رکھی رہتی تھی.....

..... رمضان شریف میں یہ عاجز حاضر خدمت سراپا برکت تھا۔ کہ آخری عشرہ میں ۲۷ تاریخ کو جمعہ تھا۔ اس جمعہ کی صبح کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس حسب معمول حجرہ مذکور میں جاکر چارپائی پر لیٹ گئے اور یہ عاجز پاس بیٹھ کر حسب معمول پاؤں مبارک دبانے لگ گیا حتیٰ کہ آفتاب نکل آیا اور حجرہ میں بھی روشنی ہوگئی۔ حضرت اقدس اس وقت کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے اور منہ مبارک پر اپنا ہاتھ کہنی کی جگہ سے رکھا ہوا تھا۔ میرے دل میں اس وقت بڑے سرور اور ذوق سے یہ خیالات موجزن تھے کہ:

”میں کیا خوش نصیب ہوں۔ کیا ہی عمدہ موقعہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے کہ مہینوں میں مہینہ مبارک رمضان شریف کا ہے اور تاریخ بھی جو ۲۷ ہے مبارک ہے۔ اور عشرہ بھی مبارک ہے اور دن بھی جمعہ ہے۔ جو نہایت مبارک ہے۔ اور جس شخص کے پاس بیٹھا ہوں وہ بھی نہایت مبارک ہے اللہ اکبر کس قدر برکتیں آج میرے لئے جمع ہیں۔ اگر خداوند کریم اس وقت کوئی نشان حضرت اقدس کا مجھے دکھلادے تو کیا بعید ہے۔ میں اسی سرور میں تھا اور پاؤں کے قریب سے دبا رہا تھا۔ کہ یکایک حضرت اقدس کے بدن مبارک پر لرزہ سا محسوس ہوا۔ اس لرزہ کے ساتھ ہی حضرت نے اپنا ہاتھ مبارک منہ پر سے اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ شاید جاری بھی تھے۔ اور پھر اسی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہے۔ جب میری نظر تختہ پر پڑی تو اس پر ایک قطرہ سرخی کا جو پھیلا ہوا

---

* یہ عظیم الشان اعجازی نشان ۱۰ جولائی ۱۸۸۵ء بروز جمعہ ظہور پذیر ہوا۔ (حیات طیبہ صفحہ ۵۸ از شیخ عبدالقادر صاحب)

نہیں بلکہ بستہ تھا مجھے دکھلائی دیا۔ میں نے اپنی شہادت کی انگلی کا پھول اس قطرہ پر رکھا۔ تو وہ پھیل گیا۔ اور سرخی میری انگلی کو بھی لگ گئی۔ اس وقت میں حیران ہوا۔ اور میرے دل میں یہ آیت گزری "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" نیز یہ بھی دل میں گزرا کہ اگر یہ اللہ کا رنگ ہے تو اس میں شاید خوشبو بھی ہو چنانچہ میں نے اپنی انگلی سونگھی مگر خوشبو وغیرہ کچھ نہ تھی۔ پھر میں ٹخنہ کی طرف سے کمر کی طرف دبانے لگا تو حضرت اقدس کے کرتہ پر بھی چند داغ سرخی کے گیلے گیلے دیکھے۔ مجھ کو نہایت تعجب ہوا اور میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور حجرہ کی ہر جگہ کو اچھی طرح دیکھا مگر مجھے سرخی کا کوئی نشان حجرہ کے اندر نہ ملا۔ آخر حیران سا ہو کر بیٹھ گیا اور بدستور پاؤں دبانے لگ گیا۔ حضرت صاحب منہ پر ہاتھ رکھے لیٹے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور پھر ...... مبارک میں آکر بیٹھ گئے۔ یہ عاجز بدستور پھر کمر .... دبانے لگ گیا۔ اس وقت میں نے حضور سے عرض کی کہ حضور پر یہ سرخی کہاں سے گری۔ پہلے تو ٹال دیا پھر اس عاجز کے اصرار پر وہ سارا واقعہ بیان فرمایا۔ جس کو حضرت اقدس تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج فرما چکے ہیں مگر بیان کرنے سے پہلے اس عاجز کو رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ اور کشفی امور کا خارج میں وجود پکڑنا حضرت محی الدین ابن عربی کے واقعات سنا کر خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کرا دیا تھا کہ اس جہان میں کاملین کو بعض صفاتِ الٰہیہ جمالی یا جلالی متمثّل ہو کر دکھلائی دی جاتی ہیں۔ پھر حضرت اقدس نے مجھے فرمایا کہ آپ کے کپڑوں پر بھی کوئی قطرہ گرا۔ میں نے اپنے کپڑے اِدھر اُدھر سے دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت میرے پر تو کوئی قطرہ نہیں ہے۔ فرمایا اپنی ٹوپی پر (جو سفید ململ کی تھی) دیکھو میں نے ٹوپی اتار کر دیکھی تو ایک قطرہ اس پر بھی تھا۔ مجھے اس وقت بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ میرے پر بھی ایک قطرہ خدا کی روشنائی کا گرا۔ اس عاجز نے وہ کرتہ جس پر سرخی گری تھی تبرّکاً حضرت اقدس سے باصرار تمام لے لیا۔ اس عہد پر کہ میں وصیّت کر جاؤں کہ میرے کفن کے ساتھ دفن کر دیا جاوے۔ کیونکہ حضرت اقدس اس وجہ سے اسے دینے سے انکار کرتے تھے کہ میرے اور آپ کے بعد اس سے شرک پھیلے گا اور لوگ اس کو زیارت گاہ بنا لیں گے۔ اور اس کی پوجا شروع ہو جائے گی۔ غرضیکہ بہت ہی ردّ و قدح کے بعد دیا۔ جو میرے پاس اس وقت تک موجود ہے۔ اور سرخی کے نشان اس وقت تک بلا کم و کاست بعینہٖ موجود ہیں۔ یہ ہے سچی عینی شہادت۔ اگر میں نے جھوٹ بولا ہو تو لعنت اللّٰہ علَی الْکاذِبین کی وعید کافی ہے۔ میں خدا کو حاظر ناظر جان کر اور اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے سراسر سچ ہے۔ اگر جھوٹ ہو تو مجھ پر خدا کی لعنت! لعنت!! لعنت!!! مجھ پر خدا کا غضب! غضب!! غضب!!!"

عاجز عبد اللہ سنوری

اس شہادت کی اشاعت پر پھر اہلِ حدیث کو چیلنج کیا گیا اور اس نے لکھا کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں آکر قسم کھائیں۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے ۲۵۔ نومبر ۱۹۱۶ء کو منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل۔ میر قاسم علی صاحب

ایڈیٹر فاروق اور مولوی عبداللہ صاحب سنوری امرتسر پہنچے اور ثناء اللہ صاحب سے خط و کتابت ہوئی۔ جب خط و کتابت سے معاملہ طے ہوتا نظر نہ آیا۔ تو یہ جماعت ۲۷۔ نومبر ۱۹۱۶ء کی صبح کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی مسجد میں پہنچی۔ ثناء اللہ صاحب نے اس پیالہ کو ٹلانے کی ہر چند کوشش کی۔ مگر مولوی عبداللہ صاحب سنوری نے آخر اس کو مجبور کیا کہ وہ قسم کھلوائے۔ یہ تمام کیفیت ایڈیٹر صاحب الفضل نے ۹۔ دسمبر ۱۹۱۶ء کے اخبار میں... چھاپ دی ہے۔ مَیں اس میں سے صرف حلف اٹھانے کا نظارہ درج کرتا ہوں۔

حلف اٹھانے کا نظارہ:

اس کے بعد میاں عبداللہ صاحب نے اپنا وہی بیان پڑھ کر سُنایا جو ہم اوپر درج کر آئے ہیں اور ایسے دردناک اور مؤثر لہجہ میں سُنایا کہ مولوی ثناء اللہ کے حاشیہ نشینوں کے چہرے بھی قبولیتِ اثر کی شہادت دے رہے تھے۔ اور جب میاں عبداللہ صاحب نے اپنے تمام بیان کو پڑھ کر نہایت رقت آمیز لہجہ میں بایں الفاظ حلف اُٹھائی کہ:

"یہ ہے سچی عینی شہادت! اگر مَیں نے جھوٹ بولا ہو تو لعنت اللہ علی الکاذِبین کی وعید کافی ہے۔ مَیں خدا کو حاضر ناظر جان کر اور اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ مَیں نے پڑھا ہے سراسر سچ ہے۔ اگر جھوٹ ہو تو مجھ پر خدا کی لعنت! لعنت!! لعنت!!! مجھ پر خدا کا غضب! غضب!! غضب!!!"

تو سامعین کانپ اٹھے۔ اور جس کسی کے دل میں ایک ذرّہ بھی خوف خدا تھا اس کا بشرہ بتا رہا تھا۔ کہ اس پر خاص اثر ہوا ہے اور پھر جب میاں عبداللہ صاحب نے یہ کہا کہ مَیں نے یہ حلف تو اٹھالی ہے لیکن اگر مولوی صاحب کے نزدیک یہ کافی نہ ہو تو وہ خود جن الفاظ میں چاہیں مجھ سے قسم کھلالیں۔ مَیں اپنی اولاد، اپنے مال اور اپنی جان۔ غرضیکہ ہر چیز کی قسم کھانے کیلئے تیار ہوں۔ اس وقت اپنے سامنے مولوی صاحب جس طرح چاہیں اپنی تسلی کر لیں۔ مَیں نے اس سُرخی کے نشان کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ٹخنے پر پڑا تھا، اپنی شہادت کی انگلی لگا کر دیکھا تھا۔ اس سے میری انگلی کو بھی سُرخی لگ گئی تھی۔ اگر مَیں یہ جھوٹ کہتا ہوں تو میری اُنگلی کیا میرے جسم کا ذرّہ ذرّہ جہنم میں ڈالا جائے۔ اور سب سے بڑا جو عذاب ہے وہ مجھ پر نازل کیا جائے۔"

اس طرح پر اس اعجاز نما کُرتہ کے ذریعہ ثناء اللہ امرتسری پر اتمام حُجّت ہوئی۔ یہ کُرتہ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اب تک موجود ہے اور مولوی عبداللہ صاحب سنوریؔ کے پاس ہے جو ان کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سے یہی وعدہ لے کر یہ کُرتہ عطا فرمایا تھا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۲۲ تا ۳۵)

ؔ حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری...... کی وفات ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو ہوئی۔ (حیات طیبہ) جب آپ کو غسل دے دیا گیا تو کفن کے ساتھ...... بمطابق آپ کی وصیت یہ اعجازی کُرتہ بھی دفن کر دیا گیا۔

کون کون

دیکھیں سرِ نیاز جھکاتا ہے کون کون
معبودِ کائنات کو پاتا ہے کون کون

افسردگیٔ شوق کے آتش کدے میں پھر
یادِ خدا کی آگ جلاتا ہے کون کون

فاراں سے لے کے جلوۂ یزداں کی روشنی
تیرہ دلوں کو طور بناتا ہے کون کون

انفاسِ عیسوی کی بہاروں سے چار سُو
حسنِ ازل کے پھول کھلاتا ہے کون کون

محبوبِ ایزدی کے اشاروں کے سامنے
مثلِ ذبیح سر کو جھکاتا ہے کون کون

ابنائے روزگار کو دے کر پیامِ نو
پھر سے حریمِ ناز میں لاتا ہے کون کون

مصلحِ خدائے مہدیٔ دوراں کے سامنے
دیکھیں سرِ نیاز جھکاتا ہے کون کون

مولانا مصلح الدین راجیکی

سیرت طیبہ

ایمان افروز اور روح پرور ــــ روایات

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کا توکل علی اللہ، تعلق باللہ اور محبت الٰہی

محترم سمیع اللہ صاحب زاہد۔ مربی سلسلہ

(سلسلہ کیلئے دیکھیں شمارہ ماہ جنوری ۱۹۹۵ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے تعلق و محبت اور توکّل کی وہ روایات ہدیہ قارئین کی جا رہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے عظیم نشان ہیں:۔

○

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"..... ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ جب ایک آریہ نے اسلام پر اعتراض کیا کہ قرآن نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے متعلق یہ بات قانون قدرت کے خلاف بیان کی ہے۔ اس لئے وہ قابلِ قبول نہیں کہ جب دشمنوں نے اُن کو آگ میں ڈالا تو خدا کے حکم سے آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاوّل ......) نے اس اعتراض کے جواب میں یہ لکھا کہ یہاں آگ سے حقیقی آگ مراد نہیں۔ بلکہ دشمنی اور شرارت کی آگ مراد ہے اور بعض لوگوں نے اس جواب کو بہت پسند کیا۔ مگر جب اس جواب کی اطلاع حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو پہنچی تو آپ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ

"مولوی صاحب کو اس تاویل کی ضرورت نہیں تھی .... حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تو گذر چکا۔ اب ہم خدا کی طرف سے اس زمانہ میں موجود ہیں۔ ہمیں کوئی دشمن آگ میں ڈال کر دیکھ لے خدا کے فضل سے ہم پر بھی آگ ٹھنڈی ہو گی۔" (سیرت المہدی روایت ۱۴۷ سیرت طیبہ صفحہ ۱۵۴-۱۵۶ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

○

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک طرف خدائی نصرت پر اتنا بھروسہ تھا کہ آگ میں پڑ کر سلامت نکل آنے کا یقین رکھتے تھے، مگر دوسری طرف خدا کے رستہ میں ہر قربانی کے لئے ہر دم تیار اور اس کی

خاطر ہر تکلیف کو راحت سمجھتے تھے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب..... روایت کرتے ہیں کہ جس دن سپرنٹنڈنٹ پولیس حضرت مسیح موعود کے مکان کی تلاشی کیلئے اچانک قادیان آیا اور ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب..... کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت مسیح موعود کے پاس بھاگے گئے اور غلبۂ رقّت کی وجہ سے بڑی مشکل سے عرض کیا کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس وارنٹ گرفتاری کے ساتھ ہتھکڑیاں لے کر آرہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اُس وقت اپنی کتاب "نور القرآن" تصنیف فرما رہے تھے۔ سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

"میر صاحب! لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی سونے کے کنگن پہنا کرتے ہیں۔ ہم سمجھیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے رستہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے۔"

پھر ذرا تأمّل کے ساتھ فرمایا:۔

"ایسا نہیں ہوگا میرا خدا مجھے اس رُسوائی سے بچائے گا۔"

(الحکم جلد ۳ ۲۴/ و سیرتِ طیبہ)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب.... اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں توکّل کی بات چل پڑی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"میں اپنے قلب کی عجیب کیفیت پاتا ہوں۔ جب حبس ہوتا ہے اور گرمی کمال شدّت کو پہنچتی ہے تو لوگ وثوق سے بارش کی امید رکھتے ہیں۔ ایسا ہی جب میں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقین واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔"

پھر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا:۔

"جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق اور سرور اللہ تعالیٰ پر توکّل کا مجھے اُس وقت حاصل ہوتا ہے میں اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ اور یہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو۔" (الحکم جلد ۳ ۳۲/ ص ۵-۶)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب..... بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں گورداسپور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف مولوی کرم دین ساکن بھیں کی طرف سے ایک طولانی مقدمہ چل رہا تھا۔ اور

کھدر پوش ہندو مجسٹریٹ مقدمہ کو لمبا کر کے اور قریب قریب کی تاریخیں ڈال کر حضرت مسیح موعود کو تنگ کر رہا تھا اور افواہ گرم تھی کہ وہ بزعم خود پنڈت لیکھرام کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ ایک دن اُس نے بھری عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا خدا کی طرف سے آپ کو کوئی ایسا الہام ہوا ہے کہ

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ

یعنی میں اُس شخص کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت کا ارادہ کرتا ہے۔ آپ نے بڑے وقار کے ساتھ فرمایا۔

"ہاں یہ میرا الہام ہے اور خدا کا کلام۔ اور خدا کا مجھ سے یہی وعدہ ہے کہ جو شخص مجھے ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا وہ خود ذلیل کیا جائے گا۔"

مجسٹریٹ نے کہا۔ "اگر میں آپ کی ہتک کروں تو پھر"

آپ نے اسی وقار کے ساتھ فرمایا:۔

"خواہ کوئی کرے وہ خود ذلیل کیا جائے گا۔"

مجسٹریٹ نے آپ کو مرعوب کرنے کی غرض سے دو تین دفعہ یہی سوال دوہرایا۔ آپ ہر دفعہ جلالی انداز میں یہی جواب دیتے گئے کہ "خواہ کوئی کرے" اس پر مجسٹریٹ حیران اور مرعوب ہو کر خاموش ہو گیا۔"

(روایات ظفر ص ۱۰۳)

○

مذکورہ بالا عدالت کا ہی واقعہ ہے کہ مسٹر چندو لعل مجسٹریٹ نے ایک دن عدالت میں لوگوں کا زیادہ ہجوم دیکھ کر عدالت کے کمرہ سے باہر کھلے میدان میں عدالت کی کارروائی شروع کی اور نہ معلوم کس خیال سے عدالت کی کارروائی کے دوران میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پوچھا

"کیا آپ کو نشان نمائی کا دعویٰ ہے۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا

"ہاں خدا میرے ہاتھ پر نشان ظاہر فرماتا ہے۔"

مجسٹریٹ کے اس سوال میں طعن اور استہزاء کا رنگ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جواب دے کر تھوڑی دیر سکوت فرمایا، گویا خدا کی طرف توجہ فرما رہے ہیں اور اس کی نصرت کے طالب ہو رہے ہیں اور پھر بڑے جوش اور غیرت کے ساتھ فرمایا

"جو نشان آپ چاہیں میں اس وقت دکھا سکتا ہوں۔"

مجسٹریٹ حضور کا یہ جواب سن کر سناٹے میں آگیا اور اُسے سامنے سے کسی مزید سوال کی جرأت نہیں ہوئی۔"

(روایاتِ ظفر صـ ۱۰۳)

○

مولوی کرم دین والے اسی مقدمہ میں یہ اطلاع ملی کہ ہندو مجسٹریٹ کی نیت ٹھیک نہیں اور وہ آپ کو قید کرنے کی داغ بیل ڈال رہا ہے۔ آپ اُس وقت ناسازیٔ طبع کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سنتے ہی جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بڑے جلال کے ساتھ فرمایا کہ :-

"وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔" (سیرت المہدی حصہ اوّل بحوالہ سیرت طیبہ صـ ۱۹)

ایک شعر میں بھی آپ فرماتے ہیں

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں ∴ ہاتھ شیروں پر ڈال اے رُوباہِ زار و نزار

اسی مفہوم کا ایک اور شعر ہے فرمایا

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں ∴ اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار

کپورتھلہ کے بعض مخالفوں نے وہاں کی احمدیہ بیت الذکر پر قبضہ کر کے مقامی احمدیوں کو بے دخل کرنے کی کوشش کی۔ بالآخر یہ مقدمہ عدالت میں پہنچا اور کافی دیر تک چلتا رہا۔ کپورتھلہ کے دوست بہت فکرمند تھے اور گھبرا گھبرا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان دوستوں کے فکر اور اخلاص سے متأثر ہو کر ایک دن ان کی دعا کی درخواست پر غیرت کے ساتھ فرمایا :-

"گھبراؤ نہیں۔ اگر میں سچا ہوں تو یہ ..... (بیت الذکر) تمہیں مل کر رہے گی۔"

..... مگر عدالت کی نیت خراب تھی اور جج کا رویہ بدستور مخالفانہ رہا۔ آخر اس نے عدالت میں برملا کہہ دیا کہ "تم لوگوں نے نیا مذہب نکالا ہے۔ اب ..... (بیت الذکر) بھی تمہیں نئی بنانی پڑے گی۔ اور ہم اسی کے مطابق فیصلہ دیں گے۔" مگر ابھی اس نے فیصلہ لکھا نہیں تھا۔ اور خیال تھا کہ عدالت میں جا کر لکھوں گا۔ اُس وقت اس نے اپنی کوٹھی کے برآمدہ میں بیٹھ کر نوکر کو بوٹ پہنانے کو کہا۔ نوکر بوٹ پہنا ہی رہا تھا کہ جج پر اچانک دل کا حملہ ہوا اور وہ چند لمحوں میں ہی اس حملہ سے ختم ہو گیا۔ اس کی جگہ جو دوسرا جج آیا تو اس نے مسل دیکھ کر احمدیوں کو حق پر پایا اور .... (بیت الذکر) احمدیوں کو دلا دی۔"

(سیرت طیبہ صـ ۱۲۵-۱۲۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں:

اے سر و جان و دل و ہر ذرّہ ام قربانِ تو ⁂ بر دلم بکشا ز رحمت ہر درِ عرفانِ تو
عاشقانِ روئے خود را ہر دو عالم میدہی ⁂ ہر دو عالم ہیچ پیشِ دیدۂ غلمانِ تو

(چشمہ مسیحی)

در دو عالم مرا عزیز توئی　　وآنچہ میخواہم از تو نیز توئی

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ اوّل)

ترجمہ: اے خدا جس پر کہ میرا سر اور میری جان اور میرا دل اور میرا ہر ذرّہ قربان ہے۔ تو اپنے رحم و کرم سے میرے دل پر اپنے عرفان کا ہر رستہ کھول دے۔

تو بلاشبہ اپنے عاشقوں کو دونوں جہان بخش دیتا ہے۔ مگر تیرے غلاموں کی نظر میں دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تو صرف تیرے منہ کے بھوکے ہوتے ہیں۔

دونوں جہانوں میں میرا تو بس تو ہی محبوب ہے اور میں تجھ سے صرف تیرے ہی وصال کا آرزومند ہوں۔

اپنی کتاب تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:-

"میں اُن نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں۔ میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ ...... دیکھ! میری روح نہایت توکّل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو میں تیری قدرت کے نشان کا خواہشمند ہوں لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں۔" (ضمیمہ تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۱۱)

کس درد کے ساتھ اہلِ دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف

باقی صفحہ ۴۰ پر

قصیدۂ تہنیت

(بر موقع آغاز نشریات ایم ٹی اے)

یہ جو ہم اس قدر رہے ہیں ملُول
اس کا انعام ہو گیا ہے وصُول

سارے شکوے، گلے ہوئے معزول
سارے رنج اور غم گئے ہیں بھُول

آسماں سے سرِ "منارۂ شرق"[1]
"ابنِ مریم"[2] کا ہو رہا ہے نزُول

روز اُترتا ہے۔ مُسکراتا ہوُا
روز کھلتا ہے وہ گلاب کا پھُول

روز چڑھتا ہے چاند چہرے کا
روز ہوتا ہے چاندنی کا نزول

روز للکارتا ہے۔ باطل کو
سرِ نہرِ فرات۔ "ابنِ بتُول"

اس کی للکار۔ اس کا زورِ خطاب
ایک تیغِ برہنہ و مسلوُل

[1] ایم ٹی اے کے زیرِ استعمال مشرقی یورپ کا سیٹلائٹ مراد ہے۔ [2] حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی والدہ کا اسم گرامی بھی مریم ہے

روز اس کا علاج کرتا ہے
قوم کو یہ جو ہو گیا ہے ذہول

جھوٹ بھی ان کا بن رہا تھا سچ
میرا معقول بھی تھا نا معقول

غسلِ صحت کیا ہے ٹی۔وی نے
اس میں شیطان کر گیا تھا حلول

فوج در فوج آ رہے ہیں لوگ
ہر طرف کھل رہے ہیں پھول ہی پھول

چاند چہرے کو دیکھ لو اک بار
کیوں عبث دے رہے ہو بحث کو طول

آج روئے زمیں پہ زندوں میں
ایک ہی آسماں پہ ہے مقبول

جس صداقت کی دے رہا ہے اذاں
وہ تو آثار میں بھی ہے منقول

چاند سورج بنا چکے کب کے
کون محروم کون ہے مقبول

معترض کا بھی کیا گلہ کرنا
دین مذہب نہ جس کا کوئی اصول

بند کر دے گا سارے دروازے
میرے بھولے عدو کی ہے یہ بھول

میری تضحیک مشغلہ اس کا
میری تکفیر روز کا معمول

اس کو غم ہے تو یہ کہ کیوں مَیں نے
سچ کو سچ جان کر کیا ہے قبول

مَیں کہ ہوں ایک ذرّۂ ناچیز
کتنا گمنام ۔ کس قدر مجہول

میری منزل ہے نقشِ پا تیرا
میرا مقصد تیری رضا کا حصول

کاش مجھ کو یہ مرتبہ مل جائے
کاش ہو جاؤں تیرے پاؤں کی دھول

اپنا دیں ہے بس اس قدر پیارو
ایک اللہ اور ایک رسولؐ

اُٹھ رہا ہے جو افترا کا دُھواں
اُڑ رہی ہے جو اختلاف کی دُھول

ایک اِک کرکے کاٹنے ہونگے
بو رہے ہو جو نفرتوں کے ببُول

ہم جو خاموش ہیں سرِ مقتل
بزُدلی پہ نہ اس کو کر محمُول

کچھ تو واجب ہے پیار پہ بھی زکوٰۃ
کچھ تو لگتا ہے عشق پر محصُول

گالیاں سُن کے دے رہے ہیں دُعا
تم بھی مشغول ہم بھی ہیں مشغول

ہاتھ قاتل کا روک دے یا رب
لفظ گھائل ہے اور صدا مقتُول

مانگنے والے مانگ ، دیر نہ کر
منتظر ہے دعا کا باب قبوُل

چوہدری محمد علی

علم و معرفت

اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے کرشمے

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ساتھ ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے دیکھنے میں آتے ہیں اور آپ کے فیض و برکت سے جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بھی آسمانی تائیدات کے ایمان افروز نظارے بکثرت دیکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جماعت کو وہ علم و معرفت عطا فرمایا کہ بڑے بڑے علماء کے منہ بند ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا **غلام رسول صاحب راجیکی** ۔۔۔۔ کے چند دلچسپ واقعات آپ ہی کے الفاظ میں ہدیہ قارئین کئے جا رہے ہیں۔

مباحثہ مونگھیر (بہار)

ایک عظیم الشان کرامت: ۱۹۱۲ء میں خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے آگرہ گیا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول ۔۔۔۔ کی طرف سے خواجہ صاحب کے نام تار پہنچا کہ خاکسار کو فوری طور پر وہ دہلی پہنچا دیں۔ تاکہ وہاں سے حضرت میر قاسم علی صاحب ۔۔۔ کی معیت میں میں مونگھیر (صوبہ بہار) کے مناظرہ میں شرکت کر سکوں۔ اس مناظرہ کے لئے مرکز سے حضرت علامہ مولوی سرور شاہ صاحب ۔۔۔۔ اور حضرت حافظ روشن علی صاحب ۔۔۔۔ سیدھے مونگھیر روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ خاکسار حضرت میر صاحب کی معیت میں مونگھیر پہنچا۔

دہلی میں حضرت میر صاحب نے حضرت (خلیفۃ المسیح الاول) کا خط دکھایا۔ جس میں ارشاد تھا کہ دعا اور استغفار کثرت کے ساتھ کرتے جانا۔ چنانچہ خاکسار سفر کے دوران میں دعاؤں اور استغفار میں مشغول رہا۔ ابھی ہم دونوں سفر میں مونگھیر سے کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ مجھ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ میں نے دیکھا کہ میرا ہاتھ یکدم سفید ہو گیا ہے اور میں ایک محل پر چڑھ رہا ہوں۔ پھر وہ حالت بدل گئی اور مونگھیر شہر اسٹیشن پر احباب پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ ہندوستان کے اطراف و جوانب سے تقریباً ڈیڑھ سو (غیر از جماعت) علماء جمع ہیں۔

جب شرائط مناظرہ طے ہونے لگیں تو غیر احمدی علماء نے محض ضد اور شرارت سے طبعی ترتیب

کو چھوڑ کر اس بات پہ زور دیا کہ احمدی مناظر پہلے عربی میں وفات مسیح کے دلائل پر پرچہ لکھے اور پھر اس عربی پرچہ کو معہ اردو ترجمہ اور تشریح کے حاضرین کو سنائے۔ اس کے بعد غیر احمدی مناظر اپنا جوابی پرچہ لکھ کر سنائے۔ ان کے شدید اصرار پر آخر ہماری طرف سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ نے اپنی بات پر بہر حال اصرار ہی کرنا ہے اور طبعی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھنا تو کم از کم یہ کیا جائے کہ دونوں مناظر بیک وقت عربی میں اپنا اپنا پرچہ لکھیں اور مکمل کرنے پہ ایک دوسرے کو تردید کے لئے دے دیں۔ لیکن علمائے مخالفین نے حد درجہ کی ضد دکھائی اور اس کو بھی قبول نہ کیا اور اسی بات پر اصرار کیا کہ پہلے احمدی مناظر عربی میں پرچہ لکھے اور کہا کہ اگر احمدی علماء اس شرط کو نہ مانیں گے تو تمام شہر میں منادی کرا دی جائے گی کہ احمدی لوگ فرار کر گئے۔

ان علماء کی اس ..... صریح ضد سے ہمیں بہت ہی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان حالات میں کیا قدم اٹھانا چاہیئے۔ بعد مشورہ یہ طے ہؤا کہ ہمیں یہ شرائط جو علماء مخالفین نے صحیح اصولوں کے خلاف ..... پیش کی ہیں مان لینی چاہیئے۔ تاکہ ان کو اپنی فتح کے نقارے بجانے کا موقعہ نہ مل سکے ..... اور ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے شرائط کے ہوتے ہوئے بھی اعلاء کلمۃ اللہ کی توفیق عطا فرما دے۔

احمدی مناظر کا تقرّر:

اب یہ سوال تھا کہ اگر عربی میں پرچہ لکھنا پڑے تو احمدیوں کی طرف سے کون مناظر پیش ہو۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب نے بوجہ آنکھوں کی معذوری کے فرمایا کہ مَیں تو تحریری کام نہیں کر سکتا۔ حضرت میر قاسم علی صاحب نے فرمایا کہ مَیں تو اردو خواں ہوں یا زیادہ سے زیادہ فارسی خواں منشی ہوں۔ مَیں عربی میں مناظرہ کرنے سے معذور ہوں۔ اس پر حضرت علامہ مولوی سرور شاہ صاحب فرمانے لگے کہ بے شک مَیں عربی کا عالم ہوں لیکن مجھے اس طرح عربی میں مضامین لکھنے اور مناظرہ کرنے کی مشق اور مزاولت نہیں لہذا مجھے بھی معذور سمجھا جائے۔ آخر "قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند" کے مقولہ کے مطابق قرعہ فال مجھ پر پڑا۔ اگرچہ اس خاکسار کو سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کُتب کو بار بار پڑھنے سے ان کی برکت سے عربی میں کچھ لکھنے کی مشق ہو گئی تھی۔ اور مَیں علماء مخالفین کو عربی میں تبلیغی خطوط بھی لکھتا رہتا تھا۔ لیکن عربی میں باقاعدہ مناظرہ کرنے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ تاہم اپنے احباب کی تحریک پر مَیں مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

جب ہم وقت مقررہ پر میدان مناظرہ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مخلوق کا ایک اژدھام پنڈال

میں جمع ہے بعض کے اندازہ میں یہ مجمع ۱۵ ہزار کے قریب تھا اور بعض کے اندازہ میں اس سے بھی زیادہ تھا۔ انتظام کے لئے پولیس کے اعلیٰ افسران تک موجود تھے۔ مناظرہ کی کارروائی کے لئے پانچ صدر مقرر کئے گئے۔ دو احمدیوں کی طرف سے اور دو غیر احمدیوں کی طرف سے اور پانچواں صدر ایک معزز ہندو تھا۔ جو شہر کا رئیس اور آنریری مجسٹریٹ تھا۔

وقت مقررہ پر صدر اعظم نے مجھے پرچہ لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے قلم دوات لے کر پرچہ عربی میں لکھنا شروع کیا اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے وفاتِ مسیح کی چار پانچ آیتوں کے ساتھ ساتھ صداقت مسیح موعود علیہ السلام کے دلائل بھی لکھ دیئے۔ پھر عربی عبارت کا اردو ترجمہ اور مفہوم بھی تحریر کیا۔ وقت ختم ہونے پر خاکسار پرچہ کو سنانے کے لئے اٹھا۔ کھڑے ہوتے وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز آسمان سے اُتری ہے اور میرے وجود اور قویٰ اور حواس پر مسلّط ہو گئی ہے۔ وہ روح القدس کی روحانی تجلّی کا نزول تھا۔

میری آواز زیادہ بلند نہ تھی اور نہ ہی میں خوش الحان تھا۔ لیکن اس وقت۔۔۔۔۔ سے مجھے آسمانی تائید حاصل ہو گئی۔ میری آواز اس قدر بلند ہوئی کہ سارے مجمع میں آسانی سے سنائی دینے لگی۔ اور مجھے خوش الحانی بھی عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی آواز سے خود لذّت اور سُرور محسوس ہونے لگا۔ اور مکرم حضرت خلیل احمد صاحب نے جب اس مناظرہ کی روئیداد شائع کی تو میری آواز کو لحن داؤدی کے نام سے ذکر کیا۔

علماء مخالفین کی ناپسندیدہ حرکات:

چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگوں پر میرے پرچہ اور اس کے مفہوم اور تشریح کا بہت اثر ہوا۔ میں نے ابھی پرچہ کا آٹھواں حصّہ ہی پڑھا ہو گا کہ علماء مخالفین نے۔۔۔۔۔ شور مچانا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ اپنا اثر ڈال رہا ہے اس کو صرف پرچہ پڑھ کر اس کو ختم کرنا چاہیئے۔ ان کی اس بے جا حرکات کو دیکھ کر صدر اعظم نے ان کو تقریر کے دوران بولنے اور شور و غل ڈالنے سے منع کیا اور مجھے اپنے بیان کو جاری رکھنے کے لئے کہا۔ لیکن جب میں کچھ حصّہ اور پڑھ چکا تو پھر ان دو غیر احمدی صدروں نے شور ڈالنا شروع کر دیا۔ اسی طرح دو تین بار میری تقریر کے دوران میں بے جا شور و غل مچایا۔ تب صدر اعظم نے بہت ہی رنجیدہ ہو کر کہا کہ اگر علماء اپنے اس بے جا طریق سے باز نہ آئے تو وہ مناظرہ ختم کر دیں گے اور اپنی صدارت سے مستعفی ہو جائیں گے اسی دوران میں احمدی صدر حضرت میر قاسم علی صاحب نے بھی نہایت قابلیت سے نظم و نسق اور

پُرامن طریق اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور غیر احمدی صدر ان کی بے جا باتوں کا قرار واقعی جواب دیا اور شرائط مناظرہ کی پابندی کی طرف توجہ دلاتے رہے۔

اس اثناء میں آٹھ نوجوان مجمع میں سے اٹھ کر بعض گریجویٹ اور اچھے تعلیم یافتہ تھے مجمع میں سے اٹھ کر ہی میری میز کی طرف آگے بڑھے اور جب ان سے آگے بڑھنے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ان پر احمدیت کی صداقت منکشف ہو گئی ہے اور وہ اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب امیر وفد نے ان کو وہاں پر اعلان کرنے سے منع کیا اور قیام گاہ پر حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ وہ قیام گاہ پر آکر مشرف بہ احمدیت ہوئے۔

اس عظیم الشان کامیابی کے بعد جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ حقہ کو حاصل ہوئی مجھے اپنے کشف کی تعبیر معلوم ہوئی۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول کی طرف سے جو خاص ارشاد اس فقیر خادم اور حضرت میر قاسم علی صاحب کو اس موقعہ پر مونگھیر جانے کا ہوا اس کی حقیقت کا علم ہوا۔ اس موقعہ پر علماء کی طرف سے میرے مقابلہ کے لئے مولوی عبدالوہاب صاحب پروفیسر عربی کلکتہ کالج جو عربی زبان کے ایک ماہر استاد تھے کو مقرر کیا گیا اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے جوان دنوں وہاں پہنچے ہوئے تھے تمام علماء مخالفین کو یہ بتایا ہوا تھا کہ احمدی مناظر عربی زبان سے بالکل نابلد ہیں اور اس زبان میں تحریری یا زبانی مناظرہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے ان کو یقین تھا کہ چونکہ احمدی علماء عربی میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے ہماری فتح اور کامیابی کا ڈنکہ بجے گا۔

لیکن جب..... علماء کی توقعات کے عین خلاف میں نے عربی پرچہ لکھ کر پڑھنا اور سُنانا شروع کر دیا تو سب علماء معاندین حیران و ششدر رہ گئے اور نہ مولوی صاحب عبدالوہاب صاحب کو اور نہ کسی اور عالم کو مقابل پر آنے کی جرأت ہوئی۔ ہر ایک کے دل میں یہی خدشہ پیدا ہوا کہ اگر ہم سے کوئی صرفی یا نحوی غلطی ہو گئی تو سب کے سامنے سُبکی ہو گی۔ چنانچہ وہ سوائے شور و غل سے میری تقریر میں رخنہ ڈالنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔

مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی تذلیل: جب بڑے صدر صاحب نے جلسہ کے برخواست ہونے کا اعلان کیا تو مولوی محمد ابراہیم صاحب جو علماء مخالفین کے پیچھے تھے ایک کرسی پر چڑھ کر نعرے بلند کرنے لگے۔ ابھی نعرے کے پورے الفاظ اُن کی زبان سے نہ نکلے تھے کہ مولوی صاحب کی کرسی ان کے اس جوش کی وجہ سے اُلٹ پڑی اور وہ

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

امان ۱۳۷۴ ہش

مارچ ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی - ربوہ

اس ماہ کے شمارے میں

جلد نمبر ــــــــ ۳۶
شمارہ نمبر ــــــــ ۳

شرح چندہ

پاکستان ــــــــ چالیس (۴۰) روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ــــــــ چار روپے

بُری طرح زمین پر گرے۔ ان کی ٹانگیں اوپر تھیں اور سر نیچے۔ پگڑی کہیں دُور گری ہوئی تھی۔ اور اس پر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جن لوگوں کے سامنے انہوں نے یہ غلط اطلاع دی تھی کہ قادیانی علماء عربی بالکل نہیں جانتے انہوں نے ان کی دروغ بیانی کے پیش نظر غصّے کی حالت میں ان کو گھیر لیا اور مکّوں اور لاتوں سے ان کی وہ دُرگت بنائی کہ الاماں والحفیظ۔ الغرض مولوی صاحب کو اپنی کذب آفرینی اور تعلّی اور شیخی کا پورا پورا بدلہ ان کے اپنے لوگوں سے مل گیا۔ (حیاتِ قدسی جلد سوم صٓ ۴۹ تا ۵۳)

○

جھنگ شہر میں خُدائی نشان

جب ہندوؤں کی طرف سے ملکانہ کے علاقہ میں شدّھی کی تحریک چلائی گئی تو حضرت مصلح موعود...... نے تحریک کی کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے تجارتی کاروبار کو وسیع کیا جائے اور مفلسی کو دُور کیا جائے اس مقصد کے لئے حضرت مولانا صاحب موصوف کو جھنگ شہر متعیّن کیا گیا۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تائید و نصرت کے نشان ظاہر فرمائے۔

"جب مَیں شہر جھنگ میں پہنچا تو مَیں نے حالات کے پیش نظر مقامی احمدی احباب کے پاس جانا پسند نہ کیا۔ اور شہر میں دریافت کیا کہ جھنگ میں زیادہ بااثر اور معزز رئیس جو شریف طبع اور بااخلاق بھی ہو کون ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ میاں شمس دین صاحب میونسپل کمشنر ان اوصاف کے مالک ہیں۔ چنانچہ مَیں ان کی رہائش گاہ کا پتہ لے کر وہاں پہنچا۔ میاں شمس الدین صاحب اپنے گھر کے بڑے صحن میں اپنے حلقۂ احباب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس میں تقریباً ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ بعض کے آگے بڑے قیمتی حُقّے رکھے ہوئے تھے اور خود میاں شمس دین صاحب بھی حُقّہ پی رہے تھے۔ جس پر چاندی کی گلکاری لگی ہوئی تھی۔

مجلس کے قریب پہنچتے ہی .... میاں صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ قادیان مقدس سے آیا ہوں اور احمدی ہوں۔ انہوں نے مقصد دریافت کیا تو مَیں نے مختصر طور پر آریوں کی تحریک شُدّھی مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی اور اس کے تدارک کے متعلق ضروری اسکیم کا ذکر کیا اور وہ امور بیان کئے جو سیّدنا حضرت مصلح موعود .... نے رسالہ "......" میں ذکر فرمائے تھے۔ میاں شمس دین صاحب نے کہا کہ مقاصد تو اچھے ہیں لیکن کسی قادیانی کے لئے یہاں بیٹھنا تو درکنار کھڑا ہونے کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مَیں نے ان کی خدمت

میں احمدیہ جماعت اور اس کے مقدس امام کی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی بروقت امداد کا ذکر کیا۔ اور ان کو بھی اس مفید اسکیم میں تعاون کی طرف توجہ دلائی لیکن انہوں نے بے التفاتی برتی دریں اثناء ایک طبیب نے جو اسی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کسی تعلق میں کہا کہ علم طب ایک یقینی علم ہے۔ میں نے اس کی یہ بات سُن کر عرض کیا کہ اس وقت تو میں جا رہا ہوں کسی علمی بات کا موقع نہیں صرف اتنا کہہ دیتا ہوں کہ افلاطون کا مشہور مقولہ اطباءِ اسلام نے نقل کیا ہے کہ المعالجۃ کرَمی السَّهمِ قَدْ یُخطِیْ وَقَدْ یُصِیْبُ یعنی مریضوں کا علاج معالجہ اندھیرے میں تیر پھینکنے کی طرح ہے جو کبھی نشانہ پر بیٹھتا ہے اور کبھی خطا جاتا ہے۔ پس علمِ طب کو یقینی علم کہنا درست نہیں

مَیں ابھی اس سلسلہ میں بات کر ہی رہا تھا کہ میاں شمس دین صاحب کو گھر سے اطلاع ملی کہ ان کی لڑکی جس کو آٹھواں مہینہ حمل کا ہے بوجہ قے قریب المرگ ہے ان کو زنان خانہ میں فوراً بلایا گیا اُدھر پیغام بَر نے یہ اطلاع دی اور دوسری طرف مَیں نے باہر نکلتے ہوئے ۔۔۔۔۔ کہا اور پنجابی میں یہ بھی کہا کہ "اچھا لَسّی دُسدے بَھلے اور اَسی چَلدے بَھلے"۔ ابھی مَیں نے ایک دو قدم ہی باہر کی طرف اٹھائے تھے۔ کہ میاں صاحب نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہر جائیں اور اگر آپ کو طبابت سے واقفیت ہو تو اس مرض کے لئے کوئی نسخہ بتا جائیں۔ مَیں نے کہا کہ حاملہ کی قے کے لئے آپ سات پتّے پیپل کے جو خود ریختہ ہوں لے لیں اور ان کو جلا کر راکھ چینی کے پیالہ میں ڈال لیں اور آدھ پاؤ یا تین چھٹانک پانی ڈال کر راکھ کو اس میں گھول لیں۔ جب راکھ نیچے بیٹھ جائے تو پھر گھول لیں اسی طرح سات مرتبہ کر کے راکھ کو تہ نشین کر لیں اور یہ مقطّر پانی مریضہ کو پلا دیں۔ میرے کہنے کے مطابق میاں صاحب نے یہ عمل کیا۔ خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں کہ مریضہ کی قے پانی پیتے ہی رُک گئی اور اس کی طبیعت فوراً سنبھل گئی۔ جب انہوں نے یہ کرشمۂ قدرت دیکھا تو میری طرف فوراً آدمی دوڑایا (مَیں اس عرصہ میں گھر سے نکل کر کچھ دُور آ چکا تھا) اور مجھے اپنے آنے تک رُکنے کے لئے کہا۔ چنانچہ مَیں رُک گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ بھی آ پہنچے اور علاج کی بے حد تعریف کرنے کے بعد درخواست کرنے لگے کہ میں ان کے ہاں مہمان ٹھہروں وہ ہر طرح سے میرے آرام و سہولت کا خیال رکھیں گے۔ اور مہمانداری کا حق ادا کریں گے۔ مَیں نے کہا کہ میری دعوت کو تو آپ نے رد فرمایا ہے جو قومی فائدہ کے لئے تھی اور اپنی طرف سے مجھے دعوت دے رہے ہیں۔

میاں صاحب نے بہت معذرت کی اور کہا کہ جو کچھ ہوا سب ناواقفیت کی وجہ سے ہوا۔ اب میں روزانہ شہر میں ڈھونڈری پٹوا کر مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام کر دوں گا۔ اور جلسہ کا انعقاد کر کے آپ کو مفید اور کارآمد خیالات کے اظہار کا موقعہ بہم پہنچاؤں گا۔

باقی صـ۴۱ پر

تازہ جہاں

دل میں مچلتی ہے مرے ہر دم یہ آرزو
نوعِ بشر کے غم میں ہو ہر آنکھ با وضو

دشت و چمن میں ہم رہیں مثلِ نسیمِ صبح
پھیلائیں ہر چہار سُو عشق و وفا کی بُو

پاکیزگی کی ہوائیں ہر آنکھ کی نظر
گردِ ہوس سے پاک ہو ہر دل کی آرزو

فطرت کی سادگی لئے پھر آنکھ یوں کھلے
جس کی نگاہ توڑ دے تصویرِ ما و تو

اوروں کا درد بانٹ کر تسکینِ دل ملے
مستی ہو ایسی پیار کی شرمندہ ہو سبو

ہر پھول ہر کلی پہ ہو اُلفت بھری نظر
دنیا کے گلستاں میں ہوں ہم عندلیب خُو

اسلام آ بسائیں اِک تازہ جہان ہم
اِنسانیت کی کھینچ دیں تصویر ہُو بہو

عبد السلام اسلام

قبولِ احمدیّت کے بعد —

یقین و معرفت کی جانب سفر

محترم واحداللہ صاحب جاوید (آف فاروق آباد)

قارئین قبولِ احمدیت کی داستان تو پڑھ چکے ہیں ۔ اس کے بعد ایک دلچسپ سرگذشت ہے جس کی تفصیل یوں ہے :-

واپس ۔ اپنے وطن میں : میں نائیجیریا سے پاکستان پہنچا۔ اور آتے ہی سب سے پہلے پیر سُکھ چَین صاحب کے پاس گیا اور اپنی دانست میں تمام احمدیت کی تعلیم دو دِلوں میں انکے گوش گذار کر دی ۔ میرا خیال تھا کہ وہ بہت جلد میرے ہمنوا ہوں گے ۔ مگر یہ خیال خام تھا ۔ سُکھ چَین صاحب بات تو سمجھ گئے ۔ مگر کچھ ڈرے ہوئے تھے ۔ آخری بات مَیں نے یہ کی کہ خدا سے پوچھ لیں اور جو وہ بتائے اس پر عمل کریں ۔

خواب میں راہنمائی : چنانچہ طے پایا کہ چالیس دن نوافل ادا کر کے استخارہ کریں گے ۔ مَیں نے خدا سے التجا کی ۔ ”اے خدا تُو جانتا ہے جو میرے دل کی حالت ہے مگر تُو مجھے اس طرح بتا دے کہ مَیں استاد سُکھ چَین کو بتا سکوں ۔“ یوں پھر ہم ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور مَیں اپنے سسرال جڑانوالہ چلا گیا ۔ دس پندرہ دن گذرے تھے کہ مجھے رویاء میں ایک بزرگ ہاتھ میں تسبیح لئے نظر آئے ۔ جیسے کوئی ایرانی ہوں ۔ کہنے لگے ۔ ”مرزا سچّا ہے ۔“ میری آنکھ کھلی تو مجھے احساس ہوا کہ مَیں یہ خواب ان کو کیسے بتاؤں ۔ اس میں عزّت کا پہلو ملحوظ نہیں ہے ۔ مَیں نے پھر دعا کی ۔ اگلے دن ہی مجھے خواب آئی کہ مَیں اپنی خواب والدہ کو سُنا رہا ہوں کہ مجھے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا ہے کہ ”مرزا سچّا ہے ۔“ یہ خواب دیکھ کر مَیں مطمئن ہو گیا کہ یہ سُنائی جا سکتی ہے مَیں نے یہ دعا بھی کی کہ اے اللہ تعالیٰ اب سُکھ چَین صاحب کو بھی دکھا دے ۔ چنانچہ مَیں نے رویاء دیکھی کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ۔ ”ہم نے اسے بتا دیا ہے ۔“ ایک دن جب پیر صاحب سے ملاقات ہوئی تو مَیں نے بڑے یقین سے پوچھا ۔ سُنائیں خواب آ گئی ؟ ”نہیں“ پیر سُکھ چَین صاحب نے جواب دیا ۔ مَیں سخت حیران ہوا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟ مگر سُکھ چَین صاحب پر بھی اعتبار تھا ۔ کہ وہ جھوٹ

نہیں بول سکتے۔ مگر اپنی خواب پر زیادہ اعتماد تھا۔ مگر وہ خواب سے انکار کرتے رہے۔ بالآخر میں نے صاف کہہ دیا۔ ”استاد جی آپ جھوٹ بول رہے ہیں خواب آپ کو آئی ہے۔“ میں نے لفظ جھوٹ پر بہت زیادہ زور دے دیا تھا۔ جس پر استاد جی کو بھی غصہ آگیا۔ استاد سکھ چین صاحب نے کہا۔ ”میں کہتا ہوں مجھے خواب ......“ یہاں تک جملہ بولتے بولتے استاد جی رُک گئے۔ ساتھ ہی گویا ہوئے ”آئی ہے۔ آئی ہے۔“ اور سوچ میں پڑ گئے۔ پھر کہنے لگے ”مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔“ میں نے خواب کی تفصیل چاہی جو اس طرح سے تھی۔

”میں اپنے بچپن والے مکان میں ہوں کہ باہر گلی میں شور سا برپا ہے۔ میں بھی گھر سے باہر نکل کر آگیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص اونچے مکان کی چھت پر کھڑا بلند آواز میں مرزا صاحب کا نام پکار رہا ہے۔“

بس یہی خواب دیکھی ہے۔ استاد جی نے گویا اپنے عدم اطمینان کا اظہار کر دیا تھا۔ میں نے پوچھا استاد جی آج سے قبل میں نے کبھی آپ کو جھوٹا کہنے کی ہمت کی۔ میں نے آپ کی بات کی حیثیت اپنے خدا کی بات کے سامنے بہت حقیر جانی۔ اس کی سچائی کے سامنے آپ کو بہت جھوٹا سمجھا۔ میں نے اپنی خواب سُنا دی۔ مگر استاد جی ابھی تک اپنی ضد پر قائم ہیں۔

سُسرال کی مخالفت:

دوسری طرف میں جڑانوالہ میں جہاں میری بیوی اپنے والدین کے پاس مقیم تھی چلا گیا۔ یہ لوگ بہت ”کائیاں“ یعنی ہوشیار اور چالاک تھے۔ میری ذہنی تبدیلی کو جانچ گئے۔ حضرت اقدس کا ایک خط ان کے ہاتھ لگ گیا۔ جس میں آپ نے مجھے احمدیت کے نور سے روشناسی کی دعا دی تھی۔

شام کے بعد مجھ سے تمام اہلِ خانہ بشمول بیوی نے دریافت کیا کہ آپ کا مرزائیت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے ٹالتے ہوئے کہا کہ میرے ادنیٰ خیالات اتنے بڑے فیصلے میں کیا اہمیت رکھتے ہیں۔ مگر وہ لوگ تو دو ٹوک جواب سُننا چاہتے تھے۔ گفتگو کے دوران انہوں نے کہا۔ کہ اگر آپ ”مرزا“ کو گالیاں دیں تو ہم آپ کے ساتھ اپنی بیٹی بھیج سکتے ہیں ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ تم کافر ہو اور تمہارا نکاح ٹوٹ چکا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ جیسی آپ کی مرضی مجھ میں تو گالیاں دینے کی جُرأت نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ تم احمدی ہو چکے ہو۔ بس ایک ہی شرط ہے کہ دوبارہ مسلمان ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں گھر سے نکال دیں گے۔ بیگم صاحبہ بول اُٹھیں۔ ”میں ان کو جانتی ہوں یہ کسی لالچ یا خوف کے تحت احمدی نہیں ہو سکتے ضرور ٹھوکر لگی ہے۔ ذرا سمجھائیں گے تو سمجھ جائیں گے۔“

میرے خسر صاحب جو جماعت اسلامی کے پرانے رکن تھے اور شوگر مل میں خطیب بھی تھے۔ کہنے لگے۔ کیوں بھئی سمجھ جاؤ گے۔ مَیں نے کہا ضرور۔ مَیں تو صرف خدا سے ڈرتا ہوں۔

سسرال کے گھر سے نکالے جانا:

دوسرے دن ہی انہوں نے مجھے گھر سے نکل جانے کا حکم صادر کر دیا۔ جس پر بیگم صاحبہ نے کہا کہ یہ زیادتی ہے۔ مَیں ان کو سیدھے راستے پر لے آؤں گی۔ مَیں نے ان کے ساتھ طویل وقت گذارا ہے۔ مَیں جانتی ہوں یہ ہمیشہ حق کے متلاشی رہے ہیں۔ حق دیکھ کر یقیناً مان جائیں گے۔ انہوں نے کہا تم کس طرح حق دکھاؤ گی۔ جو مولانا مودودی صاحب کی کتب پڑھ کر بھی احمدی ہو گیا۔ اس کو واپس کیسے لاؤ گی؟ بیگم نے کہا۔ کہ "مَیں کسی عالم کے پاس لے جاؤں گی جو ان کو سمجھائے گا"۔ میری بیوی کے اس ارادے پر وہ لوگ مطمئن نہ تھے۔ کہنے لگے "تم کس عالم کے پاس لے کر جاؤ گی؟" جس پر بیگم نے کہا کہ مَیں طاہر القادری صاحب کے پاس لے جاؤں گی۔" ان کی اس بات پر کہ "تمہارا نکاح ٹوٹ چکا ہے"۔ بیگم نے کہا کہ یہ فیصلہ بھی طاہر القادری صاحب ہی فرمائیں گے۔

راہِ راست پر لانے کی کوشش:

ایک شام ہم دونوں میاں بیوی طاہر القادری صاحب کے سامنے دو زانو بیٹھے تھے۔ انہوں نے احمدی ہونے کی وجہ پوچھی مَیں نے مختصراً جواب دے دیا۔ انہوں نے ایک کتابچہ دیا کہ اس کو پڑھ کر دوبارہ آئیں۔ وہ شریعت کورٹ کا فیصلہ تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مَیں اس کارروائی میں خود شریک تھا۔

مَیں نے اس فیصلے کو تین چار دفعہ پڑھا۔ کتابوں کے حوالے توڑ مروڑ کر پیش کئے گئے تھے۔ مجھے وہ کتابیں حاصل کرنا بھی بہت مشکل تھا۔ جس قدر کتابیں مل سکیں لے کر چلا گیا۔ طاہر القادری صاحب سے بات شروع کی کہ یہ کتابیں لے آیا ہوں۔ ان میں چٹیں لگا دی ہیں۔ جن حوالوں کی بناء پر آپ کی عدالت نے احمدیوں کے خلاف فیصلہ کیا ہے ان کا سیاق و سباق ملاحظہ فرمائیں۔ اور ایک حوالہ نکال کر دکھایا۔ طاہر القادری صاحب نے صرف ایک حوالہ دیکھنے پر ہی اکتفا کیا۔ ہماری گفتگو مہینے میں دو دفعہ ہوا کرتی تھی۔ اس طرح کُل چار پانچ ملاقاتیں ہوئیں۔ آخری ملاقات کا ذکر مَیں ضروری سمجھتا ہوں۔

اس دن قادری صاحب بڑے جلال میں تھے اور "سیرة المہدی" پر جو اعتراض تھے تمام کے تمام میرے سامنے پیش کر دیئے۔ اور ساتھ ہی دعویٰ کر دیا کہ تم ان کے جوابات نہیں دے سکو گے۔ مَیں نے نہایت فراخ دلی سے تمام اعتراضات سُنے۔ مَیں نے یہاں تک سوچا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب سچے نہ ہوں۔ مگر یہ سوچ کر میری حالت عجیب سی ہو گئی۔ مجھے تو خدا تعالیٰ پر ایمان ہی مرزا صاحب کی وجہ سے

ہوا۔ ورنہ میں تو اندھیرے میں تھا۔ یہ اندازہ کر کے قادری صاحب نے کہا کہ کفر تو آپ کی ہڈیوں میں رچ چکا ہے۔ قادری صاحب اس روز بحث کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اس تمام وقت میں خدا کو پکارا کہ آج مدد کر اور وہ نظارہ دکھا کہ اس بڑے عالم کا منہ بند ہو جائے۔ میں نے پوچھا "قادری صاحب ہم کافی گفتگو کرتے رہے ہیں۔ اس کی روشنی میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر بتائیں کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے؟ قادری صاحب نے جواب دیا کہ نہیں وہ جھوٹے نہیں تھے۔ میرے پاس اب بھی ایک عورت آئی ہوئی ہے۔ جو کہتی ہے مجھے الہام ہوتا ہے اور کہتی ہے کہ ضیاء الحق قادیانی ہے۔ مجھے الہام ہوا ہے۔ مرزا صاحب کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو گیا۔ میں نے قادری صاحب کے ساتھ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے موضوع پر بات چیت شروع کر دی۔ دوران گفتگو قرآن کریم کا ایک حوالہ دیا۔ قادری صاحب نے قرآن کریم منگوایا۔ قادری صاحب کے ملازم قرآن کریم کا جو نسخہ لے کر آئے وہی ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

قادری صاحب پڑھ رہے تھے اور پریشان ہو رہے تھے۔ میں ان کے چہرے سے پڑھ رہا تھا اور سمجھ گیا کہ خدا کی مدد آن پہنچی ہے۔ قادری صاحب کیا لکھا ہے؟ "کچھ نہیں" جواب دیا۔ نہیں کچھ تو لکھا ہے۔ میں نے کہا۔ مگر اس کا مطلب وہ نہیں جو آپ لے رہے ہیں۔ قادری صاحب کہنے لگے۔ میں نے پوچھا کچھ تو مطلب ہو گا۔ جو آپ سمجھ رہے ہیں وہی بتا دیں۔ مگر قادری صاحب کچھ نہ بتا سکے۔ بس یہی کہا "اس کا مطلب ہے آپ لوگ ختم ہو جائیں گے۔ کلمے کا بیج لگاتے ہو، پکڑے جاتے ہو بس اس طرح ایک دن ختم ہو جاؤ گے۔ میں نے جواب دیا۔ ایک میں آپ کے سامنے ہوں۔ بہت سارے لوگوں کو میں جانتا ہوں جو احمدیت میں داخل ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نے دعویٰ کیا۔ سو سال پورے نہیں ہوئے اور ماننے والے ایک کروڑ تک پہنچ رہے ہیں۔ کیا اس کو ختم ہونا کہتے ہیں؟

میں چاہتا تھا کہ بحث کو طول دوں مگر بیگم صاحبہ نے جو ہمیشہ خاموش تماشائی کی حیثیت سے بیٹھا کرتی تھیں بول کر خاموش کرا دیا کہ "مجھے کج بحثی اچھی نہیں لگتی" اس وقت میں یہی سمجھا کہ "کج بحث" لفظ کا استعمال میرے لئے ہوا ہے۔

جب ہم وہاں سے رخصت ہوئے تو سب سے پہلے میں نے یہی پوچھا کہ آپ نے "کج بحث" کس کو کہا۔ بیگم صاحبہ گویا ہوئیں "میں نے جس قدر عالم سمجھا تھا یہ اس قدر نہیں ہے"۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں یہ تو اس سے بھی بڑا عالم ہے مگر بات یہ ہے کہ بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی کسی کی مرض سمجھے بغیر یا اپنی بیماری کا خود علاج نہیں کر سکتا۔

ربوہ آنے کا پروگرام: اب میں نے دعوت دی کہ چلیں اب میرے ساتھ ربوہ چلیں۔ بات معقول تھی۔ جسے بیگم صاحبہ نے قبول کر لیا۔ یوں ہم دونوں ربوہ چلے آئے۔ جمعہ کا خطبہ سننے کے بعد میں بیگم کو سٹیشن والی مسجد کا خطبہ بھی سنواتا اور موازنے کی دعوت دیتا۔

دعوۃ الامیر پڑھائی۔ اس کے علاوہ کشتی نوح، انفاخِ قدسیہ وغیرہ پڑھا دیں۔ وقتاً فوقتاً محترم مبشر احمد صاحب کاہلوں اور دیگر مربیانِ کرام سے بھی سوال و جواب کرواتا رہا۔ میری کوشش تھی کہ کسی طرح بیگم میرے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائے۔ بے شک احمدیت قبول نہ کرے۔ ایک دن اس نے کہا کہ اسے کفر سے ڈر لگنے لگا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کافر ہو جاؤں اور کہیں ایسا بھی نہ ہو کہ میں قبولِ حق سے رہ جاؤں۔ یہ جملہ بہت حوصلہ افزا تھا۔ اور محترم کاہلوں صاحب نے بھی نہایت خوبصورت جواب دیا۔ "بی بی کفر تو بری چیز نہیں ہے۔ صرف دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ کفر کس چیز کا ہے۔ آپ دودھ سے انکار کریں تو ایک نعمت سے محروم رہ جائیں گی۔ اس کے برعکس کسی نقصان دہ چیز سے انکار کریں تو فائدہ میں رہیں گی۔ آپ نے مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھی ہے؟ بیگم نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے کتابوں کے نام بتا دیئے۔ جس پر دریافت کیا گیا۔ کہ بتائیں جب یہ کتابیں پڑھ رہی تھیں تو خود کو آپ نے خدا کے قریب محسوس کیا یا خدا سے دور۔ بیگم نے کہا کہ سچ یہی ہے کہ میں کتابیں پڑھنے سے خدا کے قریب ہوئی ہوں۔ بس تو پھر آپ کی مرضی ہے۔ جس چیز کا چاہیں کفر کریں۔

وہ رات بیگم کی غیر احمدی ہونے کے ناطے آخری رات تھی۔ اس طرح میرے احمدی ہونے کے بعد صرف چار ماہ تک احمدیت سے دور رہی۔ اب مجھے اطمینان ہو گیا۔ اور میں زمانے سے مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔

دوبارہ جڑانوالہ میں ــــ اور شدید مخالفت: ہم دونوں جڑانوالہ گئے۔ ان کو ہماری احمدیت کا علم ہو چکا تھا۔ ہمارا جانا تھا کہ ان لوگوں کا غصہ بہت بڑھ گیا۔ دھکے دے کر نکال دیا گیا۔ گھر کے باہر ایک جمِ غفیر تھا۔ اور سسرال والے بڑے فخریہ انداز میں اپنی ایمانی غیرت جتا رہے تھے۔ اب مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ بات کیسے چلی اور کیسے اس نے مباہلہ کا رنگ اختیار کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ تم جھوٹے ہو اور خدا تعالیٰ عنقریب تم کو غرق کر دے گا ہم نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم نے ہمارے ساتھ مباہلہ کیا ہے اور ساتھ ہی تم زمین میں غرق ہو گئے ہو۔ میں نے کہا ٹھیک ہے اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ ایک سال کے اندر میرے ساتھ یہی سلوک کرے اور اگر آپ غلط ہیں۔۔۔۔؟ تو؟ بھرے مجمع میں انہوں نے کہا کہ پھر ہم اس کی زد میں آئیں۔ میں نے بلا

باقی صفحہ ۴۱ پر

جناب سید سلیم شاہجہانپوری کیساتھ ایک شام۔ اور ایک نعتیہ مشاعرہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گذشتہ سال احمدیہ ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں احمدی شعراء کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"زندہ شعراء میں سے سلیم شاہجہانپوری ہیں۔ ٹکسالی زبان کہنے والے ہیں۔ بڑے شستہ انداز میں کہتے ہیں خوبصورت الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ محاوروں کے استعمال میں انکی قادرالکلامی یہ ہے کہ گویا محاورے انکے گھر کی لونڈی ہیں۔ انکے بارے میں بھی اچھی وڈیو بن سکتی ہے"۔ (فرمودہ ۲۹ جنوری ۱۹۹۴ء)

حضرت اقدس کے مذکورہ ارشاد کے پیش نظر مجلس انصاراللہ عزیز آباد کراچی نے ایک دلچسپ پروگرام "جناب سلیم شاہجہانپوری کے ساتھ ایک شام۔ اور ایک نعتیہ مشاعرہ" کا مورخہ ۲۴۔ نومبر ۱۹۹۴ء کو اہتمام کیا۔ یہ تقریب محترم چوہدری احمد مختار صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی، ناظم صاحب انصاراللہ اور زعیم صاحب اعلیٰ عزیز آباد کی خصوصی نگرانی اور توجہ سے ترتیب دی گئی۔

اس دلچسپ مجلس شعروسخن کے دعوت نامے بہت پہلے سے جاری کئے جاچکے تھے۔ انتظامیہ کمیٹی نے بڑی تگ ودو اور محنت سے اس تقریب کے جملہ انتظامات کئے۔ ۲۱ شعراء کو دعوت نامے بھجوائے گئے۔ ۱۷ شعراء حضرات نے تقریب میں شرکت کی۔ ۲۴ نومبر کی پررونق شام کو بیت العزیز میں دو مجالس منعقد ہوئیں۔ پہلی تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے شیریں کلام سے ہوا۔ جس کے بعد جناب سلیم شاہجہانپوری صاحب کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ اس پروگرام کی خاص بات "جناب سلیم شاہجہانپوری صاحب کی ۶۰ سالہ شاعری اور آپکی ادبی خدمات"، "آپ کے کلام پر ناقدانہ نظر" کے مقالات پڑھے گئے۔ دوسری مجلس "نعتیہ مشاعرہ" منعقد ہوئی۔ جناب سلیم شاہجہانپوری صاحب نے سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس مشاعرہ کا آغاز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نعتیہ کلام سے ہوا۔ چنانچہ "حضرت سیدِ وُلدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم" کے دو بند محترم چوہدری سعید احمد صاحب نے خوش الحانی سے سنائے۔ بعدازاں جناب سلیم شاہجہانپوری صاحب نے سیکرٹری مشاعرہ کی حیثیت سے ایک خوبصورت نعت پیش کی۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اللہ رے فیض ساقیٔ کوثر سرشت کا ؎ امت پہ جس نے کھول دیا در بہشت کا
مہکے ہیں باغِ سیرۃِ خیر البشرؐ کے پھول ؎ نقشہ جما ہوا ہے نظر میں بہشت کا
طائف کی سرزمین نے دیکھا یہ ماجرا ؎ بدلہ دعائے خیر تھا ہر سنگ و خشت کا
رکھا ہے جس نے پیش نظر اسوۂ رسولؐ ؎ طالب کبھی نہ ہوگا وہ دنیائے زشت کا

اس نعتیہ مشاعرہ میں مکرم ناصر محمود صاحب ظفر۔ مکرم جمال امروہی صاحب۔ مکرم خالد حمیدی صاحب۔ مکرم اقبال مجیدی صاحب۔ مکرم محمد داؤد بھٹی صاحب۔ مکرم پروفیسر کرامت اللہ صاحب۔ مکرم شیر محمد صاحب شعلہ۔ مکرم معراج عامر صاحب۔ مکرم شاہد منصور صاحب لکھنوی نے اپنا کلام پیش کیا۔ اس موقعہ پر وڈیو فلم بھی تیار ہوئی۔ دعوت طعام اور دعا کے ساتھ یہ تقریبات اختتام پذیر ہوئیں۔

خبرنامہ انصار

آپ کے خطوط

- محترم عبدالکریم صاحب قدسی۔ رچنا ٹاؤن شاہدرہ لاہور (جو ماہنامہ انصاراللہ کے دیرینہ کرم فرما ہیں) اپنے نہایت محبت بھرے مخلصانہ جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔ رسالہ کے متعلق اچھی رائے پر ادارہ آپ کا ممنون ہے۔ اور آپ کے شعروسخن کا منتظر رہے گا۔
- محترم مسعود بخاری صاحب سید لاج پیر کالونی کراچی نے اپنے خط میں ماہ جنوری کے شمارہ میں درس الحدیث میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شعر میں سہوِ کتابت کی نشان دہی کی ہے۔ ماہ فروری میں تصحیح شائع کی جاچکی ہے۔
- محترم عبدالرشید صاحب بھٹی میرپور خاص سندھ نے ایک غزل بھجوائی ہے۔ حسبِ حالات اسے بھی شائع کیا جائیگا۔
- محترم عرفان احمد صاحب فیصل ٹاؤن لاہور کے مخلصانہ جذبات پر ادارہ ان کا ممنون ہے۔ اشعار میں مقصدیت کو سامنے رکھیں اور کوشش کرتے رہیں۔
- محترم حاجی محمد عبداللہ صاحب ملتان کا خط ملا۔ پُرخلوص جذبات کا شکریہ۔ انصاراللہ کیلئے لکھنے کی کوشش کرتے رہیں۔

بقیہ: ایمان افروز اور رُوح پرور۔ روایات

دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ مَیں کیا کروں۔ اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سُن لیں اور کس دَوا سے مَیں علاج کروں تا سُننے کیلئے لوگوں کے کان کھُلیں،،

(کشتی نوح۔ رُوحانی خزائن جِلد ۱۹ صفحہ ۲۱-۲۲)

تصحیح

۱۔ ماہِ فروری کے شمارہ میں صفحہ ۱۸ پر محترم شہود احمد ناصر صاحب کی نظم "ماہِ صیام"، شعر نمبر ۳ کے مصرعہ ۲ میں لفظ "خالی" سہو کتابت سے رہ گیا ہے یہ مصرعہ یوں پڑھا جائے۔

ع ہوا مخمور جو بھی لے کے تشنہ خالی جام آیا۔

احباب تصحیح فرمالیں۔

۲۔ ماہ جنوری کے شمارہ میں نظم "استحکامِ صحت" کے شعر ۳ کے دوسرے مصرعہ کو "یہی شایانِ آدمیت ہے" پڑھا جائے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔

امام الکلام

بعثت کا مقصد

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :۔

”میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کردں اور خدا تعالیٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کر کے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہو گئی ہیں۔ اور عالمِ آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خدا تعالیٰ اور عالمِ آخرت پر نہیں۔ زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے۔ حضرت مسیح نے اسی حالت میں یہود کو پایا تھا۔ اور جیسا کہ ضعفِ ایمان کا خاصہ ہے۔ یہود کی اخلاقی حالت بھی بہت خراب ہو گئی تھی۔ اور خدا کی محبت ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اب میرے زمانہ میں بھی یہی حالت ہے۔ سو میں بھیجا گیا ہوں۔ کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آئے اور دلوں میں تقویٰ پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّتِ غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین کے نزدیک ہوگا اور بعد اسکے کہ بہت دُور ہو گیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدّد ہوں۔ اور یہی کام ہیں جن کیلئے میں بھیجا گیا ہوں۔“ (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۱-۲۹۴ حاشیہ)

”.... خدائے تعالیٰ نے اس زمانے کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے۔ تا وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے۔ اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔“ (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۵۱)

”وہ کام جس کیلئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اسکی مخلوق کے رشتے میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے۔ اس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کروں۔ اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ سے نمودار ہوتی ہیں۔ حال کے ذریعہ سے نہ محض مقال سے انکی کیفیت بیان کروں اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کی شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے۔“ (لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۰)

بقیہ: یقین و معرفت کی جانب سفر

سوچے حامی بھرلی جس کا بعد میں مجھے احساس ہوُا۔

ایک خط بعد میں موصول ہوا کہ تمہاری احمدیت کے بعد خدا نے ہم پر فضل کیا ہے اور تمہارے خُسر کے دل کا ایک والو VALVE جو کام نہیں کرتا تھا اس نے کام پھر سے شروع کر دیا ہے۔ اور اپنی خیر مناؤ۔ خدا تعالیٰ اسی سال تمہیں ختم کر دے گا۔ یا تمہارے اس بچے کو جس کو تم نے وقف کیا ہے۔ وہ پورا سال مَیں نے اس طرح گذارا کہ ایک سال کے لئے جیسے مَوت نہیں آسکتی تھی۔ چنانچہ وہ سال ہم نے دعائیں کرتے گذارا کہ یا اللہ اُن کو کسی قسم کی مصیبت سے محفوظ رکھ۔ چنانچہ وہ سال بخیریت گذر گیا۔ مگر اگلے سال میرے خُسر صاحب دل کا دَورہ پڑنے سے وفات پا گئے۔

چونکہ مَیں پاکستان آکر چند دن بعد ربوہ آیا تھا۔ یہاں آکر بیت المبارک میں نماز کا موقع ملا۔ نماز پڑھنے میں بڑا مزہ آیا۔ مَیں سمجھا یہ محض اتفاق ہے۔ جب مسلسل نمازوں کی یہی کیفیت رہی۔ تو مَیں نے تمام تر توجہ ربوہ میں قیام کے لئے مرکوز کر دی۔ اور دو سال کے اندر اندر مَیں ربوہ میں آچکا تھا۔ الحمدللہ کہ ایک پُرسکون ماحول پایا اور اپنے مستقبل سے بھی مطمئن ہوں۔

بقیہ: اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے کرشمے

چنانچہ حسب وعدہ روزانہ جلسے کا انتظام اور انعقاد کرتے اور خود اپنی صدارت میں میری تقریر کراتے۔ ان کے اثر و رسوخ اور وقار کی وجہ سے لوگ جوق در جوق جلسہ میں آتے اور میری تقریر کو سنتے یہاں تک کہ شہر کے مسلمانوں میں اپنی اقتصادی حالت کو سنوارنے کیلئے خوب بیداری پیدا ہوگئی۔ انہی کے قریب مسلمانوں کی نئی دکانیں شہر میں کھل گئیں اور جو دکانیں اور کاروبار پہلے موجود تھا زیادہ پُررونق ہوگیا۔ مجھے بوجہ اس شہر میں ناواقفیت اور اجنبیت کے بظاہر کامیابی کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن یہ....

..... خدا تعالیٰ کی طرف سے اچانک میاں شمس دین صاحب کی لڑکی کے اچانک بیمار ہونے اور میرے معمولی علاج سے شفایاب ہونے کا واقعہ ظاہر ہوا۔ اور وہ جو میرا اپنے گھر میں کھڑا ہونا بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایک زبردست معاون اور ہمدرد بن گئے اور بڑے فخر اور محبت سے تقریباً دو ہفتہ تک میری رہائش اور مہمان نوازی کا انتظام کیا اور مزید قیام کیلئے بھی اصرار کرتے رہے۔ اس موقعہ پر جھنگ شہر میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس رنگ میں کامیابی ہوئی کہ تمام ہندو تلملا اُٹھے اور سرکاری افسران کو تاریں دیں کہ قادیانی مولوی کو اس طرح کارروائی سے روکا جائے۔"

(حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۲۱ تا ۲۴)

رفعِ شک کی آسان صُورت

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ یہ بھی بطور تبلیغ کے لکھتا ہوں کہ حق کے طالب جو مواخذۂ الٰہی سے ڈرتے ہیں وہ بلاتحقیق اس زمانہ کے مولویوں کے پیچھے نہ چلیں اور آخری زمانہ کے مولویوں سے جیساکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے ویسے ہی ڈرتے رہیں۔ اور ان کے فتووں کو دیکھ کر حیران نہ ہو جاویں۔ کیونکہ یہ فتوے کوئی نئی بات نہیں۔ اور اگر اس عاجز پر شک ہو اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے اسکی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو تو میں ایک آسان صورت رفعِ شک کی بتلاتا ہوں جس سے ایک طالبِ صادق انشاءاللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اوّل توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھے جسکی پہلی رکعت میں سورہ یٰسین اور دوسری رکعت میں اکیس [۲۱] مرتبہ سورہ اخلاص ہو۔ اور پھر بعد اس کے تین سَو [۳۰۰] مرتبہ دُرود شریف اور تین سَو [۳۰۰] مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اے قادر کریم تُو پوشیدہ حالت کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے اور مقبول اور مردُود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدّد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔ کیا صادق ہے یا کاذب اور مقبول ہے یا مردُود۔ اپنے فضل سے یہ حال رویا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردُود ہے تو اسکے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں، اور اگر مقبول ہے اور تیری طرف سے ہے تو اس کے انکار اور اسکی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنہ سے بچا کہ ہر ایک قوت تجھ کو ہی ہے۔ آمین۔ یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتہ کرے لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے اور بدظنی اس پر غالب آگئی ہے اگر وہ خواب میں اس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے جس کو وہ بہت بُرا جانتا ہے تو شیطان آتا ہے اور موافق اس ظلمت کے جو اس کے دل میں ہے۔ اور پُرظلمت خیالات اپنی طرف سے اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے سو اگر تُو خدا تعالیٰ سے خبر دریافت کرنا چاہے تو اپنے سینے کو بکلّی بُغض اور عناد سے دھو ڈال۔ اور اپنے تئیں بکلّی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بُغض اور محبت سے الگ ہو کر اس سے ہدایت کی روشنی مانگ کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا۔ جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دُخان نہیں ہوگا۔ سو اے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اُٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادی المطلق سے مدد چاہو اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے۔"

(نشانِ آسمانی۔ روحانی خزائن جلد ۴۔ صفحہ ۴۰۰-۴۰۱)

کلام الامام

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

سیدنا حضرت مصلح موعود .... فرماتے ہیں :۔

"صادق اور راستباز کی صداقت کے دلائل میں سے ایک زبردست دلیل اس کا اپنا نفس ہے جو پکار پکار کر کہتا ہے۔ مخالفوں اور موافقوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے ناواقفوں اور واقفوں سے کہتا ہے۔ اجنبیوں اور رازداروں سے کہتا ہے کہ مجھے دیکھو اور مجھے جھوٹا کہنے سے پہلے سوچ لو کہ کیا تم مجھے جھوٹا کہہ سکتے ہو ...... میری خلوت اور جلوت کے واقف بھی تم میں موجود ہیں میرا کوئی کام تم سے پوشیدہ نہیں اور کوئی قول تم سے مخفی نہیں۔ پھر کوئی تم میں سے ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کبھی جھوٹ بولا ہو۔ یا ظلم کیا ہو یا فریب کیا ہو یا دھوکا دیا ہو۔ یا کسی کا حق مارا ہو یا اپنی بڑائی چاہی ہو یا حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی ہو ہر میدان میں تم نے مجھے آزمایا اور ہر حالت میں تم نے مجھے پرکھا مگر ہمیشہ میرے قدم کو جادۂ اعتدال پر دیکھا اور ہر کھوٹ سے مجھے پاک پایا۔ ہیں .... راستی پر فدا انحصار استی مجھ پر فخر کرتی تھی ...... یا تو کبھی آدمیوں پر جھوٹ نہ باندھا تھا یا اب اللہ پر جھوٹ باندھنے لگا ..... ایک دو دن کی بات ہوتی تو تم کہہ دیتے کہ تکلف سے ایسا بن گیا۔ سال دو سال کا معاملہ ہوتا تو تم کہتے ہمیں دھوکا دینے کو اس نے یہ طریق اختیار کر رکھا تھا مگر ساری کی ساری عمر تم میں گذار چکا ہوں، بچپن کو تم نے دیکھ لیا۔ جوانی کو تم نے مشاہدہ کیا۔ کہولت کا زمانہ تمہاری نظروں کے سامنے گزرا .... آخر کچھ تو سوچو۔ کہ یہ فریب کب ہوا اور کس نے کیا .... ہر شخص ... اس امر کی شہادت دے گا کہ صداقت اس میں قائم ہے اور یہ صداقت سے قائم ہے .... یہ اپنی سچائی کو ثابت کرنے کیلئے دوسری چیزوں کا محتاج نہیں اس کی مثال آفتاب آمد دلیلِ آفتاب کی سی ہے۔

غرض ۔ صداقت کی پہلی اندرونی دلیل اس کا نفس ہوتا ہے جو بزبانِ حال اس کی سچائی پر گواہ ہوتا ہے اور اسکی گواہی ایسی زبردست ہوتی ہے کہ اسکی موجودگی میں کسی اور معجزہ یا آیت کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اور یہ دلیل حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی سچائی ثابت کرنے کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے ..... سب اہلِ مذاہب سے آپ کے تعلقات تھے اور سب سے مذہبی دلچسپی کی وجہ سے مخالفت تھی ہر شخص خواہ ہندو ہو خواہ سکھ ہو خواہ مسیحی ہو خواہ مسلمان اس بات کا مقر ہے کہ آپ کی زندگی دعویٰ سے پہلے نہایت بے عیب اور پاک تھی اور اعلیٰ درجہ کے اخلاقِ فاضلہ آپ کو حاصل تھے ..... حضرت مسیح موعود کا چال چلن حیرت انگیز طور پر اعلیٰ تھا اور بقول بہت سے ہندوؤں اور سکھوں اور مسلمانوں کے آپکے بچپن اور جوانی کی زندگی "اللہ والوں کی زندگی" تھی۔"

(دعوۃ الامیر صـ١٠٠ تا ١٠٨)

عربی منظوم کلام

وَارسَلَنِیْ صِدْقًا وَّحَقًّا فَاُنْذِرُ

وَقَدْ ذَابَ قَلْبِیْ مِنْ مَّصَائِبِ دِیْنِنَا ∴ وَاَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وَاُبْصِرُ

اور اپنے دین کے مصائب سے میرا دل پگھل گیا ہے اور میں وہ کچھ جانتا اور دیکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے

وَبَثِّیْ وَحُزْنِیْ قَدْ تَجَاوَزَ حَدَّہٗ ∴ وَلَوْلَا مِنَ الرَّحْمٰنِ فَضْلٌ اُتَبَّرُ

اور میرا غم و اندوہ اپنی حد سے بڑھ گیا ہے اور اگر خدائے رحمان کا فضل نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا

وَلِیْ دَعْوَاتٌ یَّصْعَدَنَّ اِلَی السَّمَاءِ ∴ وَلِیْ کَلِمَاتٌ فِی الصَّلَایَۃِ تَفْقُرُ

اور میری دعائیں ایسی ہیں جو آسمان پر جاتی ہیں اور میرے کلمات پتھر میں اثر کرتے ہیں

وَاُعْطِیْتُ تَاْثِیْرًا مِّنَ اللّٰہِ خَالِقِیْ ∴ فَیَاْوِیْ اِلٰی قَوْلِیْ جَنَانٌ مُّطَہَّرُ

اور مجھے اپنے خالق خدا کی طرف سے تاثیر بخشی گئی ہے۔ پس پاک دل میرے قول کی طرف پناہ لیتا ہے

وَاِنَّ جَنَانِیْ جَاذِبٌ بِصَفَائِہٖ ∴ وَاِنَّ بَیَانِیْ فِی الصُّخُوْرِ یُؤَثِّرُ

اور بے شک میرا دل اپنے صاف ہونے کی وجہ سے جاذب ہے اور بلاشبہ میرا بیان چٹانوں میں بھی اثر کرتا ہے

وَاُعْطِیْتُ رُعْبًا عِنْدَ صُمْتِیْ مِنَ السَّمَا ∴ وَقَوْلِیْ سِنَانٌ اَوْ حُسَامٌ مُّشَہَّرُ

اور اپنی خاموشی کے وقت مجھے آسمان سے رعب عطا کیا گیا ہے اور میرا قول نیزہ یا شمشیر برہنہ ہے

فَھٰذَا ھُوَ الْاَمْرُ الَّذِیْ سَرَّ مَالِکِیْ ∴ وَاَرْسَلَنِیْ صِدْقًا وَّحَقًّا فَاُنْذِرُ

پس یہ وہ امر ہے جس نے میرے مالک کو خوش کیا اور اس نے مجھے حق و صداقت دے کر بھیجا تاکہ میں انذار کر سکوں

(خطبہ الہامیہ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۳۰۴)

○

فارسی منظوم کلام

اِمروز قومِ من نشناسد مقامِ من

جائیکہ از مسیح و نزولش سخن رود ⁂ گویم سخن اگرچہ ندارند باورم
جس جگہ مسیح اور اس کے نزول کا ذکر ہو وہاں میں یہی کہتا ہوں اگرچہ لوگ یقین نہ کریں

کاندر دلم دمید خداوندِ کردگار ⁂ کاں برگزیدہ را منم مظہرِ صدق مظہرم
کہ خداوند کردگار نے مجھے الہام کیا ہے کہ میں اس برگزیدہ کا سچا مظہر ہوں

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم ⁂ حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم
میں موعود ہوں اور میرا حلیہ حدیثوں کے مطابق ہے افسوس ہے اگر آنکھیں کھول کر مجھے نہ دیکھیں

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است ⁂ زاں ساں کہ آمدست در اخبارِ سرورم
میرا رنگ گندمی ہے اور بالوں میں نمایاں فرق ہے جیسا کہ میرے آقا کی احادیث میں وارد ہے

ایں مقدمم نہ جائے شکوک ست و التباس ⁂ سیّد جدا کند ز مسیحائے احمرم
میرے آنے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ میرا آقا مجھے سرخ رنگ والے مسیح سے جدا کر رہا ہے

اِمروز قومِ من نشناسد مقامِ من ⁂ روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم
آج کے دن میری قوم میرا درجہ نہیں پہچانتی لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ رو رو کر میرے مبارک وقت کو یاد کریگی

من در حریمِ قدس چراغِ صداقتم ⁂ دستش محافظ است ز ہر بادِ صرصرم
میں درگاہِ قدس میں صداقت کا چراغ ہوں۔ اُسی کا ہاتھ ہر تیز ہوا سے میری حفاظت کرنے والا ہے

ہر دم فلک شہادتِ صدقم ہمے دہد ⁂ زینم کدام غم کہ زمیں گشت منکرم
آسمان ہر دم میری سچائی کی گواہی دیتا ہے۔ پھر مجھے اس بات کا کیا غم۔ کہ اہلِ زمین مجھے نہیں مانتے

(ازالہ اوہام حصہ اول روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۸۰-۱۸۵)

ایک اعجازی نشان ـ کشفی امر کا خارجی ظہور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عالمِ ثالث کے عجائبات اور نادر مکاشفات کا ذاتی تجربہ

سُرخی کے چھینٹوں کا اعجاز نما کُرتہ

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی...... فرماتے ہیں :-

حضرت مسیح موعود کے کپڑوں میں سے ایک اعجاز نما کُرتہ ہے۔ جو مخدومی حضرت مولوی عبد اللہ سنوری کے پاس ہے جو اس کُرتہ پر اعجازی سُرخ روشنائی کے قطرے پڑنے کے وقت خود موجود تھے۔ چونکہ یہ ایک عظیم الشان نشان ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس کا تذکرہ اپنی تصنیفات میں کیا ہے۔ اس لئے مَیں بھی تفصیل سے اس کو لکھ دینا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُرمہ چشم آریہ کے ایک حاشیہ میں اس کشف کو لکھا ہے :-

"یہ ایک سِرِّ ربوبیّت ہے جو کلمات اللہ سے مخلوقاتِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو اپنی اپنی سمجھ کے موافق ہر ایک شخص ذہن نشین کر سکتا ہے۔ چاہے اس طرح سمجھ لے کہ مخلوقات کلماتِ الٰہی کے اظلال و آثار ہیں یا ایسا سمجھ سکتا ہے کہ خود کلماتِ الٰہی ہی ہیں جو بقدرتِ الٰہی مخلوقیت کے رنگ میں آجاتے ہیں۔ کلامِ الٰہی کی عبارت ان دونوں معنی کے سمجھنے کے لئے وسیع ہے۔ اور بعض مواضع قرآن کی ظاہری عبارت میں مخلوقات کا نام کلماتُ اللہ رکھا گیا ہے۔ جو تجلّیاتِ ربوبیّت سے بقُدرتِ الٰہی لوازم و خواص جدیدہ حاصل کر کے حدوث کے کامل رنگ سے رنگین ہو گئے ہیں۔ اور در حقیقت یہ ایک سِرّ ان اسرارِ خالقیت میں سے ہے جو عقل کے چرخ پر چڑھا کر اچھی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اور عوام کے لئے سیدھا راہ سمجھنے کا یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کرنا چاہا وہ ہو گیا۔ اور سب کچھ اسی کا پیدا کردہ اور اسی کی مخلوق اور اسی کے دستِ قدرت سے نکلا ہوا ہے۔ لیکن عارفوں پر کشفی طور سے بعد مجاہدات یہ کیفیتِ حدوث کھُل جاتی ہے اور نظرِ کشفی میں کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام ارواح و اجسام کلمات اللہ ہی ہیں جو حکمتِ کاملہ الٰہی پیرایہ حدوث و مخلوقیت سے متلبّس ہو گئے ہیں

مگر اصل محکم جس پہ قدم مارنا اور قائم رہنا ضروری ہے یہ ہے کہ ان کشفیات و معقولات سے قدر مشترک لیا جائے۔ یعنی یہ کہ خدائے تعالیٰ ہر یک چیز کا خالق اور محدث ہے اور کوئی چیز کیا ارواح اور کیا اجسام بغیر اس کے ظہور پذیر نہیں ہوئے اور نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ کلام الٰہی کی عبارت اس جگہ درحقیقت ذوالوجوہ ہے اور جس قدر قطع اور یقین کے طور پر قرآن شریف ہدایت کرتا ہے وہ یہی ہے کہ ہر یک چیز خدائے تعالیٰ سے ظہور پذیر و وجود پذیر ہوئی ہے اور کوئی چیز بغیر اس کے پیدا نہیں ہوئی اور نہ خود بخود ہے۔ سو اس قدر اعتقاد ابتدائی حالت کے لئے کافی ہے۔ پھر آگے معرفت کے میدانوں میں سیر کرنا جس کو نصیب ہوگا اس پہ بعد مجاہدات خود وہ کیفیت کھل جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کریں گے۔ ہم ان کو وہ اپنی خاص راہیں آپ دکھلاویں گے جو مجرد عقل اور قیاس سے سمجھ میں نہیں آسکتیں اور درحقیقت خدائے تعالیٰ نے اپنے عجیب عالم کو تین حصہ پر منقسم کر رکھا ہے۔

۱۔ عالم ظاہر جو آنکھوں اور کانوں اور دیگر حواسِ ظاہری کے ذریعہ اور آلات خارجی کے توسل سے محسوس ہو سکتا ہے۔

۲۔ عالم باطن جو عقل اور قیاس کے ذریعہ سے سمجھ میں آسکتا ہے۔

۳۔ عالم باطن در باطن جو ایسا نازک اور لایدرک وفوق الخیالات عالم ہے۔ جو تھوڑے ہیں جو اس سے خبر رکھتے ہیں وہ عالمِ غیب محض ہے جس تک پہنچنے کے لئے عقلوں کو طاقت نہیں دی گئی مگر ظنِ محض۔ اور اس عالم پر کشف اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے اطلاع ملتی ہے نہ اور کسی ذریعہ سے۔ اور جیسی عادت اللہ بدیہی طور پر ثابت اور متحقق ہے کہ اس نے ان دو پہلے عالموں کے دریافت کرنے کیلئے جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے انسان کو طرح طرح کے حواس و قوتیں عنایت کی ہیں اسی طرح اس تیسرے عالم کے دریافت کرنے کیلئے بھی اس فیاضِ مطلق نے انسان کے لئے ایک ذریعہ رکھا ہے اور وہ ذریعہ وحی اور الہام اور کشف ہے جو کسی زمانہ میں بکلّی بند اور موقوف نہیں رہ سکتا۔ بلکہ اس کے شرائط بجالانے والے ہمیشہ اس کو پاتے رہے ہیں اور ہمیشہ پاتے رہیں گے۔ چونکہ انسان ترقیاتِ غیر محدودہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور خدائے تعالیٰ بھی عیب بخل و امساک سے بکلّی پاک ہے۔ پس اس قوی دلیل سے ایسا خیال بڑا ناپاک خیال ہے۔ جو یہ سمجھا جائے جو خدائے تعالیٰ نے انسان کے دل میں تینوں عالموں کے اسرار معلوم کرنے کا شوق ڈال کر پھر تیسرے عالم کے وسائل وصول سے بکلّی اس کو محروم رکھا ہے۔ پس یہ وہ دلیل ہے جس سے دانشمند لوگ دائمی طور پر الہام اور کشف کی ضرورت کو یقین کر لیتے ہیں۔ ...... غرض عقلمند